

فیصل آباد  
پاکستان

# ماہنامہ میلیۃ

محرم الحرام ۱۴۳۲ھ بمطابق دسمبر ۲۰۱۰ء

[www.milliafsd.com](http://www.milliafsd.com)

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن نبیس مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی  
خلیفہ مجاز حضرت سید نقیس الحسینی رحمہ اللہ



## ذکرِ حسنین رضی اللہ عنہما

دو شہس نبیؐ کے شاہسواروں کی بات کر  
کون و مکاں کے راج دُلا روں کی بات کر

جن کے لیے ہیں کوثر و تسنیم موجزن  
اُن تشنہ کام بادہ گُسا روں کی بات کر

خُلدِ بریں ہے جن کے تقدُّس کی سیر گاہ  
اُن خوں میں غرق غرق نگاروں کی بات کر

کلیوں پر کیسا گُزر گئی پھولوں کو کیا ہوا  
گلزارِ فِنا طمّہ کی بہاروں کی بات کر

جن کے نفسِ نفس میں تھے قرآن کھلے ہوئے  
اُن کربلا کے سینہ فگاروں کی بات کر

شمرِ عسایں کا ذکر نہ کر میرے سامنے  
شیرِ خُدا کے مرگِ شہداروں کی بات کر



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# ملیہ

محرم الحرام ۱۴۳۲ھ جلد نمبر 7

بمطابق

دسمبر 2010ء شماره نمبر 1

بیاد

حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانوی  
خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری

بفیض

حضرت سید نفیس الحسنی  
رحمة الله عليه

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی

مدیر

جمہوریت لدھیانوی

نائب مدیر

جولاء لدھیانوی

## فہرست مضامین

○ کلمۃ الحبيب

2 توہین رسالت کا قانون انسانی نہیں ملتا ہے

ابن انیس حبیب الرحمن لدھیانوی

○ تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

6 ابن انیس حبیب الرحمن لدھیانوی

16 ○ مقدمہ توہین رسالت کے اصل حقائق  
تحریر: صادق علی زاہد

24 ○ صحابہ کرامؓ اور عقیدہ اہل سنت  
مولانا محمد یوسف

32 ○ قانون توہین رسالت کیا ہے اور کیوں ضروری ہے

40 ○ خاموش، رازدارانہ خودکشی  
اور یا مقبول جان

43 ○ حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کا دلچسپ مکالمہ

45 ○ کائنات کی تخلیق کے سلسلہ میں فلسفہ قدیم اور سائنسی  
نظریات کی تردید اور اسلامی نظریہ تخلیق کا اثبات و احقاق  
(مولانا) حذیفہ دستاوی

فی شمارہ 20 روپے پاکستان میں سالانہ 200 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 40 امریکی ڈالر

محلہ خالصہ، کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد

041-8711569

0321-6611910

جامعہ ملیہ اسلامیہ

ملیہ

رابطہ کے لیے

ناشر..... حبیب الرحمن لدھیانوی مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد Decl No. 3483-85



کلمہ الحبيب

## توہین رسالت کا قانون انسانی نہیں بلکہ انسانی مسئلہ ہے

ابنِ حبیب الرحمن لدھیانوی

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ!

”جام دردست و زن در بغل“ ہاتھ میں شراب اور بغل میں عورت رکھنے والے، زنا اور شراب کے رسیا، مذہب سے بیزار لبرل فاشٹ جن کی تعلیم و تربیت عیسائی مشنری سکولوں میں ہوئی اور ان کی اولاد نائٹ کلبوں کے مخصوص ماحول کی پیداوار ہے، جن کو غیر مسلموں خصوصاً عیسائیوں کے کوٹے سے شراب مہیا کی جاتی ہے۔ کیونکہ پاکستان کے قانون کے مطابق کسی مسلمان کے لئے شراب پینا، رکھنا ممنوع ہے۔ صرف غیر مسلموں کو اس کی اجازت ہے۔

جن کی سفلی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے اسی نگر سے عورتیں مہیا کی جاتی ہیں۔ اب ان مسلمان نامی لوگوں کے لئے ایک ہی راستہ رہ گیا ہے کہ وہ غیر مسلموں سے تعلقات رکھیں تاکہ ان کو شراب ملتی رہے، اور ساتھ ساتھ شباب کا لطف بھی اٹھاتے رہیں۔ اس لئے ان کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ وہ غیر مسلموں کی سرپرستی کریں۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے صوبہ پنجاب کا گورنر جو کہ مخمور حالت میں رہنے میں مشہور ہے، سب سے پہلے ملعونہ آسیہ بی بی کی حمایت میں جیل گیا۔ اس نے نہ صرف اس ملعونہ سے اظہار ہمدردی کی بلکہ اس کی سزائے موت کے لئے معافی نامہ بھی لکھوا لایا اور ہمارے ملک کے ہم مشرب صدر سے اس کی درخواست بھی دیدی۔

سیاسی شطرنج کے عالمی کھلاڑیوں نے پاکستان میں اپنی بساط بچھا کر اپنے مہرے نصب کر دیئے تھے، اور اب ان مہروں نے اپنا اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ پاکستان کی اساس اسلامی غیرت و حمیت، حیا، راست بازی، نظام اسلام کا نفاذ تھا۔

جب تک عالمی گماشتوں کا ان اساسی نکات سے مطلب تھا اس وقت تک انہوں نے اس کی



بھرپور آبیاری کی، مگر جب ان کا کام پورا ہو گیا تو انہوں نے انہی نکات کو منہدم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا شروع کر دیا، مگر یہ بنیاد اتنی مضبوط تھی کہ اس کو ہلانا مشکل تھا۔ اس لئے کہ ان کی بنیاد میں مسلمان قوم کا لہو شامل تھا، جس کی سُرخی نے آج تک اپنے تب و تاب میں کمی نہیں آنے دی۔

انہوں نے ٹیڑھی انگلی سے بھی گھی نکالنے کی کوشش کی مگر ان کی یہ کوشش بار آور ثابت نہ ہو سکی۔ لہذا انہوں نے بربریت کا بازار بھی گرم رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک پرانی بساط بچھائی جو کہ ۱۸۵۷ء کے بعد انگریز نے برصغیر میں بچھائی تھی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریز کے خلاف جنگ میں نمایاں کردار مولوی کا تھا، آج بھی عالمی دہشت گردوں کے خلاف کردار اسی طبقہ کا ہے۔

چنانچہ انہوں نے مذہبی طبقہ کو آپس میں لڑا کر فرقہ واریت کی بنیاد پر لانگ مارچ کرانے شروع کر دیئے۔ فرقہ وارانہ گروہوں کو اس کام کی طرف لگا کر توہین رسالت کے قانون کو ختم کرنے کے لئے کوششیں شروع کر دی ہیں۔ معاملہ صرف اتنا تھا کہ ایک عیسائی عورت نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔

مقامی عدالت نے اُسے شہادتوں کی بنیاد پر پاکستان کے قانون کے مطابق سزائے موت سنائی۔ یہ قانون کسی ایک فرد کا بنایا ہوا نہیں بلکہ ملک کی قانون ساز اسمبلی نے اسے بنایا اور نافذ کیا۔ کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ سزائے موت کا یہ قانون جنرل محمد ضیاء الحق شہید نے بنایا تھا۔ یہ غلط ہے اس لئے کہ توہین رسالت کی سزا کا قانون جو جنرل محمد ضیاء الحق کے زمانے میں بنایا گیا تھا اس میں سزا موت نہیں تھی بلکہ عمر قید تھی۔

سزائے موت کا قانون ۱۹۹۲ء میں نواز شریف کے دور حکومت میں اس وقت کی اپوزیشن لیڈر بے نظیر مرحومہ کے زور دینے پر بنایا گیا تھا۔ جبکہ نواز شریف اس کے حق میں نہیں تھے۔ بلکہ وہ تو اس قانون میں مزید نرمی کرنا چاہتے تھے، جس کو بے نظیر بھٹو نے ناکام بنا دیا تھا۔

ان دنوں ہمارے ترقی پسند اور سیکولر، لبرل فاشٹ خواتین و حضرات ایک مسیحی خاتون آسیہ بی بی کے مقدمے پر بے حد پریشان ہیں ان کا بس نہیں چلتا کہ وہ نیچے سے اوپر تک تمام غیرت مند مسلمانوں کو اپنے ہاتھ سے سزائے موت دے دیں۔ مقدمہ ابھی چل رہا ہے اوپر کی عدالتوں تک ابھی نہیں پہنچا لیکن ہمارے ان لبرل فاشسٹوں نے اسے کہیں کا کہیں پہنچا دیا ہے۔ یہاں مسئلہ صرف ایک



عورت ذات کا نہیں ہے، اگر صرف عورت کا ہی ہوتا تو عالمی دہشت گردوں نے افغانستان اور عراق میں کتنی عورتوں کو بموں سے بھسم کر ڈالا، اس کی طرف ان لبرل فاشسٹوں نے نظر نہیں ڈالی، کیونکہ غیر کا ایجنڈا یہ نہیں ہے، بلکہ اصل مسئلہ اسلام اور سیکولر ازم کی کشمکش کا ہے۔

جب سے ہماری نئی حکومت آئی ہے اور اس کے حکمرانوں نے کسی خاص مقصد اور مفاد کے تحت اپنے آپ کو سیکولر قرار دیا ہے۔ تب سے کونوں کھدروں میں پڑے ہوئے ہمارے یہ ترقی پسند لبرل فاشسٹ بڑھکیں مارتے ہوئے نمودار ہو گئے ہیں، اور اب جب انہیں اتفاق سے آسیہ کا مسئلہ ملا ہے تو انہوں نے آسمان سر پر اٹھالیا ہے اور دنیا بھر میں پاکستان اور مسلمانوں کی بدنامی کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا ہے۔ ہمارے یہ لبرل فاشسٹ تو بڑی طاقتوں کے چھوٹے موٹے ایجنٹ ہیں، اصل قیادت تو امریکہ کے پاس ہے جس نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے خلاف جہاد یا صلیبی جنگ شروع کر رکھی ہے۔

کوئی نہیں بتا سکتا کہ افغانستان جیسے کمزور اور پسماندہ ملک نے امریکہ کا کیا بگاڑا ہے یا وہ اس کا کیا بگاڑ سکتا ہے لیکن امریکہ نے اس پر حملہ کر دیا، واضح طور پر یہ صلیبی جنگ ہے چنانچہ ڈالروں کے طلب گار اور بے مہار زندگی بسر کرنے کے خواہشمند پاکستانی لبرل فاشسٹ امریکہ کے سپاہی اور رضا کار بن گئے ہیں۔

پاکستان کی بد قسمتی یہ ہے کہ اس ملک کے بنانے والوں اور چلانے والوں نے اسلام کا نام تو استعمال کیا مگر اس اسلام کی بیخ کنی کے علاوہ کچھ نہیں کیا۔ یہ لوگ اس مٹی کے بنے ہوئے نہیں تھے جس کے لئے نظریاتی لوگوں کی زندگی کی ضرورت تھی، مگر جن علماء نے بروقت خبردار کر دیا تھا کہ ایک اسلامی ریاست تو کجا یہ لوگ تو اس زمانے کی ایک عام سی ریاست چلانے کے بھی اہل نہیں ہیں ان لوگوں کو پاکستان کے مخالف قرار دے دیا گیا کیونکہ یہ لوگ ان حکمرانوں کو بے نقاب کر رہے تھے اور یہ ایک آسان الزام لگا دیا گیا تھا کہ یہ لوگ پاکستان بنانے کے مخالف تھے، لہذا ان بات کرنے کا حق نہیں۔

بہر کیف ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ ایک ریاست جس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے اس کے حکمران اعلان کرتے ہیں کہ وہ سیکولر ہیں۔ اب یہ خیال حقیقت بن چکا ہے کہ ملعونہ آسیہ کا مسئلہ دراصل اس عالمی مسئلے کا حصہ ہے جو اسلام اور سیکولر ازم کی چپقلش سے پیدا ہو چکا ہے اور جسے مسلمان اور اسلام دشمنی میں غیر مسلم طاقتیں ہوا دے رہی ہیں۔ ورنہ آئینی لحاظ سے تمام غیر مسلم ریاستیں سیکولر



ہیں۔ اور ان میں آئین حرف آخر سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں اخباروں میں ٹی وی پر اور سیاسی حلقوں میں آسیہ کا جو شور برپا ہے غیر مسلم ممالک کی مسلم دشمن عالمی پالیسی کا حصہ ہے۔

اس مسئلے کو اگر اس کے پس منظر میں دیکھا جائے تو یہ آسان ہو جاتا ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ اس مسئلے کا حل عدالتی نظام ہے۔ جس طرح عدالت نے شواہد کی بنیاد پر سزائے موت سنائی ہے، اس کو ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا گیا ہے۔ اب عدالت کے فیصلے کا انتظار کیا جائے۔ اب عدالت جو فیصلہ کرے اسے قبول کیا جائے۔ اس سے پہلے بھی پاکستان میں بہت سے توہین رسالت کے نام پر مقدمے دائر کئے گئے۔ جن میں نچلی عدالتوں نے سزائے موت سنادی پھر ہائی کورٹ سے بری ہو گئے۔

اصل اب مسئلہ مال سمیٹنے کا ہے، وہ اسی صورت ہو گا جب یہ لبرل فاشٹ شور مچائیں گے۔ اس شور کا اصل مقصد عدالتی نظام پر دباؤ ڈالنا ہے۔ تاکہ ہائی کورٹ نچلی عدالت سے سنائی گئی سزائے موت ختم کر دے، پھر یہ لوگ جھولیاں بھر بھر ڈالرو وصول کریں۔

نیز اس میں قادیانی لابی بھی پیش پیش ہے۔ آجکل قادیانی توہین رسالت کے قانون کو ختم کرنے کی بڑی کوششیں کر رہے ہیں، ان کا مقصد یہ ہے کہ اگر یہ قانون کسی نہ کسی طریقہ سے ختم ہو جاتا ہے تو پھر قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کا قانون بھی ختم کرنا آسان ہے۔

لبرل فاشسٹوں کی طرف سے توہین رسالت کے قانون کو ختم کرنے کے لئے یہ دلیل دی جاتی ہے کہ چونکہ اس قانون کا استعمال غلط ہو رہا ہے، اس لئے اس کو ختم کر دیا جائے۔ اگر ان لوگوں کی اس منطق کو صحیح مان لیا جائے تو سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مملکت پاکستان جس مقصد کے لئے بنائی گئی تھی اس مقصد کے خلاف کیا جا رہا ہے،

کیا اب پاکستان کو بھی ختم کر دیا جائے؟۔ اصل میں ان لبرل فاشسٹوں کا کام اس مملکت پاکستان کو ایک ناکام اسلامی ریاست بنا کر اس کے وجود کو ختم کرنا ہے۔

انشاء اللہ ان لوگوں کا یہ خواب کبھی پورا نہیں ہوگا۔ نہ ہی یہ ملک سیکولر ریاست بنے گا اور نہ ہی یہ ملک ختم ہوگا۔



# تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

قسط ۱

ابن حبیب الرحمن لدھیانوی

”مرزا غلام احمد قایانی کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوائے تکفیر علماء لدھیانہ نے دیا“ کے عنوان سے ۱۹۹۷ء میں راقم آثم نے ایک کتاب لکھی تھی۔ جس کی اس وقت کے دیانتدار علمی حلقوں میں کافی پذیرائی ملی۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں اس کے دواڈیشن بھی شائع ہو گئے۔ مگر پہلی کاوش ہونے کی بناء پر اس میں کچھ کمیاں رہ گئیں تھیں، اس کتاب کے شائع ہونے پر اہل علم حضرات نے ان کی طرف متوجہ فرمایا۔ چنانچہ منصوبہ یہ بنا کہ اس کمی کو اس کے دوسرے ایڈیشن میں پورا کر دیا جائے۔ جب دوسرے ایڈیشن کی تیاری شروع کی تو مرشدی و مولائی حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دوسرا ایڈیشن شائع کرنے سے پہلے اس کتاب کو اپنے رسالہ ”ماہنامہ ملیہ“ میں قسط وار شائع کر دیا جائے۔ اس کے دو فائدے ہونگے۔ اول یہ کہ اگر پھر بھی کوئی کمی رہ گئی تو اہل علم حضرات اس کو پورا کر دیں گے، جو کہ دوسرے ایڈیشن کی تکمیل میں مدد و معاون ثابت ہوگی۔ دوسرے یہ کہ آج کل لوگوں میں کتاب پڑھنے کا رجحان کم ہے اور پھر ضخیم کتاب۔ اس لئے اس کو رسالہ میں قسط وار شائع کر دینے سے لوگوں کو مطالعہ میں آسانی رہے گی۔

چنانچہ اس کتاب کو حضرت شاہ صاحبؒ کی خواہش کے مطابق قسط وار شائع کیا جا رہا ہے۔ اس شمارہ میں پہلی قسط شائع کی جا رہی ہے۔ پہلی قسط میں اس کتاب اور خاندان علماء لدھیانہ کے متعلق اکابرین نے جن خیالات کا اظہار پہلے ایڈیشن میں کیا تھا ان کو شائع کیا جا رہا ہے۔

## خاندانِ علمائے لدھیانہ کے متعلق حکیم الاسلامؒ کے تاثرات

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے بانی احرار، رئیس احرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کی سوانح حیات پر خاندانِ علمائے لدھیانہ کی خدمات کے متعلق ایک مضمون لکھا تھا اس مضمون میں سے کچھ کلمات یہاں درج کئے جاتے ہیں۔



”اس خاندان کے موجودہ اخلاف کرام سے تو میرے مخلصانہ اور دوستانہ تعلقات عرصہ دراز سے قائم ہیں جیسا کہ میرے اکابر خاندان کے اس خاندان کے اکابر سے گہرے مراسم رہے ہیں اور آج اس تصور سے لدھیانہ کی آمدورفت علمی اجتماعات اور مخلصانہ علمی مجلسیں آنکھوں میں پھر گئیں۔ لیکن اس خاندان کے اسلاف کرام سے تفصیلی تعارف اس داستان حیات ہی کے پڑھنے سے اس سفر میں میسر ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ ولی اللہی خاندان کی شاخ جہاں بھی چلی گئی، شاخ طوبیٰ ہی ثابت ہوئی۔ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا کہ حضرت جد امجد قاسم العلوم مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ بانی دارالعلوم دیوبند، جب پہلے حج کے لئے کراچی سے حجاز مقدس روانہ ہوئے تو باد بانی جہاز ہوانا موافق ہونے کی وجہ سے بصرہ میں لنگر انداز ہوا، اور کئی دن تک ٹھہراؤ رہا۔ مسافر بصرہ کی سیر کرنے کے لئے اتر گئے حضرت قاسم العلوم بھی اترے، مگر تفریح طبع کے لئے نہیں بلکہ بصرہ کے اس دور کے ایک مشہور و معروف محدث سے سند حدیث حاصل کرنے کے لئے۔

محدث مدوحؒ نے حضرت قاسم العلومؒ سے دریافت کیا کہ آپ کی سند حدیث کہاں سے ہے۔ فرمایا شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ سے، فرمایا کون شاہ عبدالغنیؒ؟ عرض کیا کہ شاہ اسحاق دہلوی کی تلمیذ۔ فرمایا کون شاہ اسحاقؒ؟ عرض کیا کہ شاہ ولی اللہؒ کے تلمیذ۔ تو جھوم کر فرمایا کہ ہاں ولی اللہ شجرہ طوبیٰ ہے جس طرح اہل جنت کا کوئی قصر اور محل نہ خالی ہوگا کہ اس میں شجرہ طوبیٰ کی شاخ پہنچی ہوئی نہ ہو، اسی طرح ہندوستان میں علم کا کوئی گھرانہ نہ ملے گا جس میں خاندان ولی اللہی کی کوئی شاخ نہ آتی ہو، اور یہ فرما کر بڑی شفقت کے ساتھ حضرت قاسم العلومؒ کو سند عطا فرمائی۔ بہر حال اسی طوبائی خاندان جنت نشان کی ایک علمی شاخ لدھیانہ کا علمی خاندان بھی ہے جو ولی اللہی علوم اور ولی اللہی جذبات کی امانت سینوں میں لئے ہوئے ہے۔

ان ساری ولی اللہی شاخوں میں علم اور اخلاق کے ساتھ جو چیز سب سے زیادہ اُبھری ہوئی نظر آتی ہے۔ وہ مجاہدانہ اسپرٹ، راہ حق میں ایثار و فنائیت، بے باکانہ حق گوئی، ہر رسمی اقتدار سے نڈر ہو کر اعلان حق، اور ساتھ ہی اس راہ میں کسی بھی قربانی سے نہ گھبرانا ہے۔

یہ خصوصی وصف لدھیانوی خاندان میں بہت ہی نمایاں اور خصوصی طور پر نظر آتا ہے اور نہ



صرف اسلاف خاندان تک ہی محدود ہے بلکہ آج کے اخلاف میں بھی اس کی وہی جھلک قائم ہے اور بلا شبہ یہ ایک فضل خداوندی ہے کہ کسی خاندان کی اعلیٰ روایات اور مستحسن خصوصیات پشتوں تک خاندان کا ساتھ نہ چھوڑیں اور اخلاف اپنے اسلاف کے سانچوں میں ڈھلتے رہیں۔

یہ خاندان باطل کے مقابلہ میں ہمیشہ سینہ سپر رہا۔ باطل اور طاغوت کے سامنے کہیں سر نہ جھکایا اور اس پر خار راہ کی ہر مشکل کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کیا اور برضا و تسلیم مصائب کا سامنا کیا۔ فتنہ خواہ حکومت و سیاست کی لائن سے آیا، یا مذہب و دیانت کے حلقوں سے مادیت کے راستوں سے نمودار ہوا، یا روحانیت کے ناموں سے۔ انہوں نے ہر دور میں اسے پہچانا اور جلد پہچانا۔ اس کی سرکوبی کی اور مسلمانوں کو اس سے آگاہ کر کے اس سے محفوظ رکھا۔

برطانوی حکومت کی لائن سے جس قدر فتنے اٹھے اور جس رنگ میں بھی اٹھے ان کے خلاف اس خاندان کے اسلاف بھی اٹھے اور پھر اخلاف نے بھی وہی کچھ کیا جو اسلاف نے کر دکھایا تھا اور ساتھ ہی غربت و تشدد کے تمام مصائب بھی جھیلے جو اس راہ کے خواص آثار میں سے ہیں، مگر کلمہ حق کی تبلیغ و ترویج نہ چھوڑی اور نہ ہی اس میں کسی اپنے اور بیگانے کی ذرہ برابر رعایت کی۔ بلکہ بلا خوف لَوْمَةُ لَائِمٍ اعلان حق کیا خواہ اس کی پاداش میں اپنا کچھ بھی کھودینا پڑا۔ ہو سکتا ہے کہ عملی جزئیات میں ان سے کسی کو اختلاف ہو مگر دنیا کا کوئی بھی حق پرست انسان ان جذباتِ حقہ کی قدر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

”اوّل باخر نسبتے دارد“ کے اصول پر جس طرح اس خاندان کے اسلاف پر اعلان حق کی بدولت وہ وقت بھی آیا کہ انہیں وطن مالوف اور گھربار چھوڑ کر غربت کی زندگی اختیار کرنی پڑی اور ان کی غیبت میں دشمنان حق نے ان کے گھروں ہی کو نہیں ان کی عبادت گاہوں تک کو جلا ڈالا۔ اسی نہج سے اخلاف خاندان کو بھی آج راہِ محبت کی یہ تمام تلخیاں سہنی پڑ رہی ہیں۔ وطن مالوف چھوٹا، گھربار ہاتھ سے نکلا، خاندان کے کتنے ہی مردوں عورتوں نے لمحاتِ غربت کے ساتھ موتِ غربت اختیار کی، مدارس ہاتھ سے گئے، معابد اور مساجد قبضہ سے نکل گئیں جن میں برسوں سے قَالَ اللّٰہُ وَقَالَ الرَّسُولُ کی صدائیں اٹھتی رہیں اور نہ معلوم کہ وہ باقی ہیں یا یکسر دوسرے نقشوں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ مگر ان سارے فتنوں کی گرم بازاری میں یہ امانت داری کسی درجہ پر عظمت ہے کہ جس طرح ان انتہائی مصائب



میں اسلاف کے پیروں کو ذرہ برابر جنبش نہیں ہوئی تھی اور انہوں نے نہ صرف صبر و خیر بلکہ رضاء و تسلیم کے جذبات دکھائے تھے اسی طرح آج کل دردناک مصیبتوں اور ہولناک پریشانیوں میں اخلاف کے پائے استقلال کو بھی ادنیٰ سی جنبش نہیں ہوئی اور نہ ہی ان کے چہروں پر کسی ادنیٰ سی بدحواسی یا اداسی کی کوئی لکیر دکھائی دیتی ہے۔

بہر حال نوعی حیثیت سے اس علمی خاندان میں جو چیز قدر مشترک کے طور پر اسلاف و اخلاف میں نمایاں نظر آتی ہے اور ساتھ ہی اس کے آثار بھی مشترک ہیں وہ راہ حق میں بے خوفی و بے باکی، اعلاء کلمتہ اللہ اطفارفتن اور دنیوی زندگی میں تحمل شدائد و مصائب مگر بصد تسلیم و رضا ہے۔ حکومتی فتنہ ہی نہیں بلکہ ہر وہ فتنہ جو مذہب، قوم، فرقہ، تمدن اور معاشرہ و سیاست کی راہ سے نمودار ہوا۔

ان حضرات کی نگاہ دور بین نے ہر رنگ میں اس کے انداز و قدر و قامت کو پہچانا اور مخلوق کو اس سے خبردار کیا۔ فتنہ مرزائیت کو اولاً اسی خاندان نے بھانپا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دجل و فساد سے علمی طور پر ملک کو آگاہ کیا جس سے لاکھوں انسان گمراہی کے اس جال سے بچ گئے۔ حتیٰ کہ اس سلسلہ کی عملی تکمیل بھی بالآخر اسی خاندان کے ہاتھوں ہوئی۔ مجلس احرار نے امیر الاحرار مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانویؒ کی امارت و قیادت میں اس فتنہ کا عملی طور پر مقابلہ کیا اور اس سے زبردست ٹکری، جو ظاہر میں قادیانیت سے ٹکرتھی مگر بلحاظ حقیقت یہ ٹکر برطانیہ کی طاقتور حکومت سے تھی۔ اس لئے ان حضرات کو قید و بند کے سارے ہی تشدد آمیز مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن بالآخر سیاسی پہلوؤں سے اس جماعت باطل کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روک دینے بلکہ محدود کر دینے میں امیر الاحرار اور ان کے رفقاء کار کامیاب ہوئے جو ایک تاریخی کارنامہ ہے اور زندہ جاوید رہ کر جریدہ عالم پر سنہرے حروفوں سے بطور یادگار ثبت رہے گا۔

فتنہ نیچریت و آزادی، فتنہ بدعات و محدثات، فتنہ بے قیدی و اطلاق، فتنہ تمدن و تعیش نے ان بزرگوں کے دور میں مختلف روپوں سے اُبھرنے کی کوشش کی مگر انہوں نے اعلیٰ ترین استقامت سے اس زلیغ باطل پر زور کا مقابلہ کیا اور اسے شکستوں پر شکستیں دیں۔

اس لئے اس خاندان کا اثر و رسوخ ہمہ گیر رہا۔ پنجاب میں خصوصاً اور بیرون پنجاب میں عموماً اس علمی گھرانے کو عزت و وقعت اور مقبولیت کی نگاہ سے دیکھا گیا اور ان کے کلمات موعظت و ہدایت کو



دل کے کانوں سے سنا گیا۔ یہ اثرات پبلک سے گزر کر درباروں تک بھی پہنچے اور سلاطین وقت نے بھی ان بزرگوں کے سامنے سرِ عقیدت خم کیا۔

بہر حال مجموعی حیثیت سے یہ خاندان پنجاب کے ایک ممتاز علمی خاندان اور علم و فضل نیز جوہر عمل کے لحاظ سے ایک مانا ہوا قبیلہ رہا، جس نے ہمیشہ مسلمانوں کی علمی اور دینی خدمت انجام دی ہے۔ آج کا دور دین و تقویٰ کا دور نہیں اور نہ ہی دین کے لئے آج کے ناسازگار احوال مساعدا کر رہے ہیں۔

دین پر قائم رہنے والا غریب اوپر اور کَالْقَابِضُ عَلَى الْجَمْرِ (ہاتھ میں چنگاری پکڑنے والا) کا مصداق ہے جس کا مادی ماحول میں کوئی وقار نہیں۔ غیرت خداوندی نے نہ چاہا کہ دین و دیانت کے ایسے پاک نمونے ایسے ناپاک ماحول میں رکھے جائیں۔ اس لئے انہیں اٹھالیا گیا اور عالم بالا کو ان سے زینت دی گئی اس لئے جہاں اس دور کی بدبختی ہے کہ یہ نمونے اس میں نہ رہے وہیں ان حضرات کی ارجمندی اور سر بلندی کی نشانی تھی کہ دنیا کی اس عام زبوں حالی سے پہلے ہی انہیں اٹھالیا گیا۔ رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ لیکن پھر بھی انتہائی خوشی کا مقام ہے کہ اخلاف نے اسلاف کا نقش قدم نہیں چھوڑا اور ان کے پاک جذبات کی امانت محفوظ ہے جس میں کوئی خیانت نہیں ہوئی۔

خصوصیاتِ زمانہ نے گو نقشے بہت کچھ بدلے ہیں مگر شبابہت نہیں مٹی۔ آب و ہوا نے مزاجوں میں تبدیلیاں بہت کچھ پیدا کر دیں مگر افتادِ طبیعت نہیں بدلی۔ بادِ سموم نے نونہالوں کو مڑ جھا ضرور دیا مگر پھلوں کا ذائقہ پھر بھی وہی ہے۔ بہر حال عوارض و خصوصیاتِ وقت نے تبدیلیاں ضرور کی ہیں مگر بنیاد اساس پر تعمیر وہی کھڑی ہوئی ہے جو پہلے سروں پر سایہ کیے ہوئے تھی۔

بزرگوں کا نقش قدم ہی درحقیقت بزرگوں کا قائم مقام ہوتا ہے اور وہ انہی کی طرح اگلوں کے لئے مربی اور فانوس رہنا ثابت ہوتا ہے اس لئے بزرگوں کی تاریخیں مدوّن کی جاتی ہیں اور اسی درس عبرت کے لئے قرآن حکیم نے تاریخ اور قصص اسلاف کا باب قائم کیا ہے۔ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولَى الْأَلْبَابِ۔

محمد طیب غفرلہ۔

مہتمم دارالعلوم دیوبند۔ ۷ جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ

(رئیس الاحرار صفحہ ۱۸ تا ۲۳)



## خاندانِ علماء لدھیانہ کے متعلق حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کے تاثرات

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ انہوں نے خاندانِ علماء لدھیانہ کے متعلق اپنے تاثرات کا یوں اظہار فرمایا ہے!

کہ نسبتِ خضریٰ کا ہی اثر ہے کہ علماء لدھیانہ کے خاندان میں علمِ دین نسلاً بعد نسل چلا آ رہا ہے۔ ورنہ علم کسی خاندان کی میراث نہیں، تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ علم دو یا تین سے زیادہ نسلوں میں آگے نہیں جاتا۔

لیکن پشت در پشت سے یہ علمِ دین کی وراثت کا سلسلہ جو میں آج مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے خاندان میں دیکھ رہا ہوں اس کی مثال آج کے دور میں کسی اور خاندان میں نہیں ملتی۔

یہ دیکھ کر اور بھی خوشی ہوئی کہ مولانا حبیب الرحمن کے لڑکے اور خاندان کے دوسرے نوجوان دیوبند، سہارنپور میں علمِ دین حاصل کر رہے ہیں گویا علمِ دین کا یہ سلسلہ آٹھویں پشت میں داخل ہو گیا۔

تقریر مولانا سید سلیمان ندویؒ دسمبر ۱۹۳۸ء شاہی مسجد لدھیانہ (بحوالہ رئیس الاحرار صفحہ ۹۴)

آٹھویں پشت سے مراد میرے والد حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانویؒ اور ان کے بھائی ہیں۔ میرے والد صاحبؒ نے ہمیں بھی اسی خاندانی علمی وراثت سے فیضیاب فرمایا، اور نصیحت کی تھی کہ ہم بھی اپنی اولاد کے اسی علمی وراثت پر قائم رکھیں۔

تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ الحمد للہ میری بھی ساری اولاد عالم اور حافظ ہو چکی ہے۔

حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کے حساب سے اگر دیکھا جائے یہ علمِ دین خاندانِ علماء لدھیانہ کی گیارہویں نسل میں منتقل ہو چکا ہے۔



## ابتدائیہ

اس کتاب کا ابتدائیہ حضرت سید انور حسین نفیس رحمۃ اللہ علیہ (نفیس الحسینی) خلیفہ مجاز حضرت اقدس رائے پوریؒ نے تحریر فرمایا تھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

برصغیر پاک و ہند میں علماء لدھیانہ ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ ماضی قریب میں حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۶۰ء) کے ذریعے اس خاندان نے خاصی شہرت پائی۔ ان کا سلسلہ تلمذ حکیم الاسلام حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ (م ۱۱۷۶ھ) سے ملتا ہے۔ اہل علم و تقویٰ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ صاحب ہمت و عزیمت بھی تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کے اخلاف کرام بھی ان کے اوصاف حمیدہ کے وارث ہوئے۔ انہوں نے مسند علم و عرفان پر متمکن ہونے کے علاوہ انگریز کے خلاف جہاد حریت میں بھی پورا پورا حصہ لیا۔

علماء لدھیانہ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے فرنگی دور کے ہر فتنے کی سرکوبی میں طاقتور کردار ادا کیا۔ انگریزی عہد کے فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ ”قادیانیت“ کا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی شروع شروع میں عیسائی پادریوں کے خلاف ایک مناظر کی حیثیت سے ظاہر ہوا۔ لیکن اس بد نصیب نے مناظروں میں حضرت مسیح علیہ السلام کو بدگوئی کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ جس پر علماء ربانی نے اس کی تنقید و ملامت کی۔ علماء لدھیانہ اس میں پیش پیش تھے۔ وہ قرب مکانی کی وجہ سے قادیانی کذاب کے حالات سے زیادہ باخبر تھے۔

بالآخر قادیانی کذاب پر حضرت مسیح علیہ السلام کی بدگوئی کا وبال پڑا اور اللہ کی شان کہ اس نے خود ہی کہنا شروع کر دیا کہ میں ہی وہ مسیح موعود ہوں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کی عفت و عصمت کی طرح ابن مریم کی پاکدامنی کی بھی حفاظت کی اور قادیانی سبّاب کی زبان بند کر دی۔ علماء لدھیانہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تردید میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔ چنانچہ قادیانی کذاب کی ابتدائی اٹھان کو بھانپ کر اس پر اس کی تکفیر میں ”سب سے پہلا فتویٰ علماء لدھیانہ ہی نے دیا“۔ یہ فتویٰ حضرت مولانا محمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ، اور مولانا



عبداللہ لدھیانویؒ نے ۱۸۸۴ء میں جاری کیا۔

اگرچہ علماء دارالعلوم دیوبند نے ابتداء میں احتیاط اور توقف سے کام لیا۔ لیکن جب قادیانی کذاب کا دعویٰ نبوت کھل کر سامنے آ گیا تو انہوں نے بھرپور انداز میں اس کی تکفیر کی۔ تحریر و تقریر دونوں طریقوں سے اس فتنہ کے استیصال کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں علماء دیوبند کے متبعین و متنبین کی سینکڑوں تصانیف موجود ہیں۔ مقدمہ بہاولپور میں خاتم المحمدین حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ اور ان کے رفقاء کی خدمات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ بہاولپور ہائی کورٹ نے قادیانی کذاب کی تکفیر پر اوّلین مہر تصدیق ثبت کر دی۔

تردید و تکفیر قادیانیت میں مجلس احرار اسلام کی سرفروشانہ جدوجہد سے کون واقف نہیں۔ اس میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۸۱ھ) اور علماء لدھیانہ کے خلف الصدق رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیات شہرہ آفاق ہیں۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل اور حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کے قابل فخر شاگرد تھے۔ قطب عالم حضرت مولانا عبدالرحیم رائپوری قدس سرہ سے بیت ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہ (م ۱۳۸۲ھ) کے حلقہ ارشاد سے وابستہ ہوئے اور تادم حیات رہے۔

راقم السطور نے حضرت اقدس رائے پوریؒ کی زبان مبارک سے مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کا تذکرہ بہت بلند الفاظ میں سنا ہے۔ حضرت رائے پوریؒ مولانا لدھیانویؒ کی دینی حمیت و عزیمت اور ذہانت و بصیرت کے بے حد قائل تھے۔ رئیس الاحرارؒ کی اولاد میں حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانویؒ نمایاں شخصیت کے مالک تھے۔ حضرت اقدس رائے پوریؒ کے مجاز و منظور نظر تھے۔ راقم نے مولانا کو دیکھا ہے کہ حضرت سے بے تکلف گفتگو کرتے تھے۔

مولانا انیس الرحمن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے صاحبزادے مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی سلمہ (ثانی) ہیں جو پیش نظر کتاب کے مرتب و مؤلف ہیں۔ جامعہ خیر المدارس ملتان سے دورہ حدیث کیا۔ قادیانیت کی تردید و تکفیر میں انہوں نے اپنے اسلاف کی روایت کو زندہ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر عزیز اور علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور اپنے اجداد کرام کے نقش قدم پر چلائے۔ آمین۔

نفس الحسینی

۲۹ صفر المظفر ۱۴۱۸ھ ... لاہور



## داد و تبریک

(از، حضرت مولانا زاہد الراشدی)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِيِّنَ وَ عَلٰی آلِهِ وَ  
اَصْحَابِهِ وَ مَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی يَوْمِ الدِّينِ۔

قادیانی گروہ کا کفر اور مرزا غلام احمد قادیانی کا دجل و فریب اب تو پوری دنیا پر آشکارا ہو چکا ہے اور علماء اسلام کے اس موقف کو عالمی سطح پر سمجھا جانے لگا ہے کہ قادیانی امت اسلام کے تمام تر دعوؤں کے باوجود دائرۃ اسلام سے خارج ہے اور اسلام کا نام لے کر دنیا کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہی ہے، لیکن ابتداء میں اس کفر کی نشاندہی اور مرزا قادیانی کی پر فریب عبارت کو سمجھ کر اس کے اصل مقصد سے آگاہی خاصا مشکل کام تھا۔ چنانچہ ایک عرصہ تک خود علماء کرام کو اس دام ہمرنگ زمین سے ہوشیار کرنے پر محنت ہوتی رہی اور اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز علماء لدھیانہ کے تاریخی خاندان کو بخشا کہ اس خاندان کے بزرگوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے منظر عام پر آتے ہی اس کی اصلیت کو پہچانا اور کفر کا دو ٹوک فتویٰ صادر کر کے اس وقت کے اکابر علماء امت کو اس فتنہ سے آگاہ کرنے کی مہم شروع کر دی۔ یہ وہ وقت تھا جب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ جیسے بزرگوں کو مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر میں ابھی تردد تھا اور حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی جیسے سرکردہ علماء کرام لدھیانہ کے علماء کی طرف سے مرزا قادیانی کی تکفیر کے جواب میں مرزا کا دفاع کرنے میں مصروف تھے۔ لیکن ان تمام تر مشکلات کے باوجود علماء لدھیانہ اپنے موقف پر قائم رہے اور بالآخر برصغیر بلکہ عالم اسلام کے تمام علمی و دینی حلقوں کو اس سے اتفاق کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو دائرۃ اسلام سے خارج قرار دینا پڑا۔

علماء لدھیانہ کا یہ خاندان پشت ہاپشت سے نہ صرف علم اور دین کی وراثت کو سنبھالے ہوئے ہے بلکہ جہد و عمل کے میدان میں بھی قیادت کا پرچم بہت سے محاذوں پر اس کے ہاتھ میں رہا ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ نے نہ صرف فرنگی حکمرانوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا بلکہ مجاہدین کے لشکر کی کمان کرتے ہوئے دہلی پہنچے اور فرنگی فوجوں سے نبرد آزما ہوئے۔ ان کے فرزند مولانا محمد لدھیانویؒ نے سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتویٰ دیا۔ اور ان کے پوتے رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ نے مجلس احرار اسلام کے سربراہ کی حیثیت سے تحریک آزادی میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تاریخ کا ایک تابناک باب ہے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کے پوتے مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی نے اپنے عظیم



المرتبت خاندان کی دینی، علمی اور سیاسی تگ و تاز کے انہی روح پرور مناظر کو سپرد قلم کیا اور تاریخ کے ایسے بہت سے گوشوں کو بے نقاب کیا ہے جو بعض مؤرخین کی بے خبری یا مصلحت بے جا کے باعث ابھی تک نئی نسل کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

انہوں نے مختلف ادوار میں علماء لدھیانہ کی دینی و قومی جدوجہد کو سامنے لانے کے علاوہ اس دینی و علمی مباحثہ کو بھی تفصیل کے ساتھ پیش کر دیا ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر کے بارے میں اس وقت کے اکابر علماء کرام کے درمیان کچھ عرصہ جاری رہا اور اسی مباحثہ کے نتیجے میں قادیانیوں کے کفر پر علماء امت بالآخر متفق ہو گئے۔

ممکن ہے بعض دوستوں کو ان تفصیلات کا منظر عام پر آنا خلاف مصلحت محسوس ہو لیکن میری رائے میں یہ مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری بھی ہے اس لحاظ سے کہ یہ تاریخ کا حق ہے کہ کوئی ایسی بات جو فی الواقع ظہور میں آئی ہو اس کے ریکارڈ سے اوجھل نہ رکھی جائے، ورنہ تاریخ ادھوری اور غیر مربوط رہ جاتی ہے، اور اس اعتبار سے یہ بھی تفصیلات لوگوں کے علم میں آنی چاہئیں کہ قادیانیوں نے اپنے کفر اور دجل پر پردہ ڈالنے اور حقائق سے بے خبر مسلمانوں کو بہکانے کے لئے بعض اکابر علماء امت کی اس دور کی بعض تحریرات کا سہارا لینے کی تکنیک اختیار کر رکھی ہے جب وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر کے بارے میں ابھی تردد میں تھے۔ اس لئے ان تفصیلات کے سامنے آنے سے واقعات کی اصل ترتیب لوگوں پر واضح ہو جاتی ہے اور قادیانیوں کی اس فریب کاری کا سد باب ہو جاتا ہے۔

اس پس منظر میں مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی اس جرأت پر ”داد و تبریک“ کے مستحق ہیں اور ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ ان کی اس تحریری کاوش کے باعث ہمیں علماء لدھیانہ کے بارے میں بہت کچھ جاننے کا موقع ملا اور تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کے علمی و فکری ارتقاء سے ایک حد تک آگاہی حاصل ہوئی۔ میں نے اس کتاب کے مسودہ کا مطالعہ کیا ہے اور زبان و ترتیب کا ترازو ہاتھ میں لینے کی بجائے جذبہ اور مواد سے محظوظ ہوا ہوں، امید ہے کہ دیگر قارئین بھی اسے اسی نظر سے دیکھیں گے اور مصنف کے لئے اس کاوش کی قبولیت اور سعادت دارین کی دعاء میں بخل سے کام نہیں لیں گے، اللہ تعالیٰ مصنف کی محنت کو قبول فرمائیں اور اس میدان میں آگے بڑھتے اور بڑھتے چلے جانے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین یا الہ العالمین۔

ابوعمار زاهد الراشدی۔ خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

نزیل جامع مسجد فنس بری پارک لندن۔ ۷ نومبر ۱۹۹۶ء



## مقدمہ توہین رسالت کے اصل حقائق

تحریر: صادق علی زاہد

ان دنوں میڈیا پر ننگانہ صاحب میں توہین رسالت کی مرتکب آسیہ نامی عیسائی عورت کو جناب محمد نوید اقبال صاحب ایڈیشنل سیشن جج ننگانہ صاحب کی طرف سے سزائے موت سنائے جانے کے خلاف بہت کچھ کہا سنا جا رہا ہے خصوصاً گورنر پنجاب سلمان تاثیر غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کی خاطر ہر قسم کی قانونی و اخلاقی حدیں پھلانگ رہا ہے۔ میڈیا اصل حقائق عوام تک نہیں پہنچا رہا بلکہ سرکاری بولی بول رہا ہے۔ ننگانہ صاحب کا مقامی شہری ہونے کی حیثیت سے میں نے مناسب سمجھا کہ اصل حقائق قارئین تک پہنچا دیئے جائیں۔

آسیہ نامی عیسائی عورت ننگانہ صاحب کے نواحی گاؤں اٹانوالی چک نمبر 3 گ ب تھانہ صدر ننگانہ صاحب کی رہائشی ہے۔ اس کا کردار پورے گاؤں میں قابل اعتراض مشہور ہے۔ مادر پدر آزادی کی دلدادہ ہے۔ سرعام قابل اعتراض گفتگو کرتی ہے۔ اس کی بڑی بہن کی شادی اس کے نام نہاد خاوند عاشق کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس سے اس کے خاوند کے تین بچے موجود ہیں۔ جب اس کی بڑی بہن کو بچے کی امیدواری ہوئی اور زچگی کے دن قریب آئے تو آسیہ اپنی بہن کے گھر کا کام کاج کرنے اس کے گھر آ گئی۔ اپنی بہن کے گھر چند دن رہائش کے دوران اُس کے خاوند (جو کہ اب آسیہ کا بھی خاوند ہی بن چکا ہے) سے ناجائز تعلقات قائم کر لئے۔ اور حاملہ ہو گئی۔ والدین نے حمل چھپانے کی غرض سے شادی کرنا چاہی تو اس نے اپنی بہن کے خاوند عاشق مسیح کے سوا کسی اور سے شادی کروانے سے انکار کر دیا بلکہ بغاوت کر کے زبردستی عاشق کے گھر رہنے لگی اور عاشق اپنی بیوی کے گھر موجود ہونے کے باوجود راتیں آسیہ کے ساتھ بسر کرنے لگا۔ اس پر بیوی نے سخت احتجاج تو عاشق نے مار پیٹ کر اُسے گھر سے نکال دیا اب اصل بیوی، بے گھر اور سالی گھر والی بن کر زندگی گزارنے لگی۔ (ایسی حرکت پر ہی پنجابی میں کہا جاتا ہے ”اگ لین آئی تے گھردی مالک بن بیٹھی“) عیسائی مذہب میں ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں، لیکن آسیہ نے اہل دیہہ اور برادری والوں کے



اصرار کے باوجود عاشق کے گھر سے جانے سے انکار کر دیا۔ آسیہ اور عاشق کے اس خلاف مذہب اقدام پر عیسائی برادری نے بھی سخت احتجاج کیا اور ان کا معاشرتی بائیکاٹ کرنے کی دھمکیاں دیں لیکن دونوں نے کسی بات کی پروا نہ کی اور شادی کا سوانگ رچا ڈالا۔ دنیا کے دکھاوا کے لئے، مذہبی روایات کے برعکس عاشق نے آسیہ سے نام نہاد شادی کر لی اور دونوں بہنوں کو اکٹھا اپنے گھر آباد کر لیا جو کہ آج بھی دونوں حقیقی بہنیں عاشق کے گھر آباد ہیں آسیہ قدرے پڑھی لکھی اور ”روشن خیال“ عورت ہے اسی روشن خیالی کی وجہ سے NGO,S کی آنکھ کا تارا بن گئی اور علاقے میں عیسائی مذہب کی تبلیغ کرنے لگی۔ دیہات میں چونکہ عورتیں کھیتوں میں مزدوری کرتی ہیں، آسیہ نے یہ طریقہ بنا رکھا تھا کہ عورتوں کے ساتھ مزدوری کے بہانے چلی جاتی اور اپنے ساتھ کام کرتی عورتوں کو باتوں باتوں میں عیسائی مذہب کی تبلیغ کرتی۔

اسی معمول کے مطابق 14/06/2009 کو گاؤں کی عورتیں اور لیس نامی زمیندار کے کھیتوں میں فالسہ کے باغ میں فالسہ توڑنے گئیں آسیہ بھی ان عورتوں میں موجود تھیں۔ عورتیں عام طور پر دوپہر کا کھانا ساتھ ہی کھیتوں میں لے جاتی ہیں۔ جب عورتیں دوپہر کا کھانا کانے بیٹھیں تو آسیہ نے مافیہ بی بی، آسیہ بی بی دختران عبدالستار کے گلاس میں پانی پی لیا۔ انہوں نے اس کے جھوٹے گلاس میں پانی پینے کی بجائے اپنا سالن والا برتن خالی کر کے اس میں پانی پی لیا۔ اس بات کو آسیہ نے اپنی توہین سمجھ کر دونوں بچیوں کے ساتھ تو تکار کر کے مذہبی گفتگو شروع کر دی۔ دوران گفتگو آسیہ نے نبی اکرم ﷺ اور قرآن مجید کے بارے میں انتہائی نازیبا الفاظ استعمال کئے۔ جن کا خلاصہ اس طرح سے ہے۔

”تمہارے نبی موت سے ایک ماہ قبل سخت بیمار پڑے رہے۔ حتیٰ کی تمہارے نبی

کے منہ اور کانوں میں (نعوذ باللہ) کیڑے پڑ گئے تھے۔ تمہارے نبی نے مال و دولت

کے لالچ میں خدیجہ سے شادی کی اور مال و دولت بٹورنے کے بعد اسے گھر سے نکال

دیا۔ قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ خود سے بنائی گئی کتاب ہے۔“

یہ باتیں مافیہ بی بی، آسیہ بی بی دختران عبدالستار کے علاوہ یاسمین دختر اللہ رکھا اور کھیت میں موجود دیگر کئی عورتوں نے سنیں تو مسلمان عورتوں کا مشتعل ہونا ایک فطری عمل تھا انہوں نے آسیہ کو اپنا منہ بند رکھنے اور اپنے الفاظ واپس لینے کی بابت کہا، آسیہ کے انکار پر جھگڑا شروع ہو گیا۔ جھگڑے کا شور



سن کر کھیت کا مالک ادلیس اور اس کی بیوی جو قریبی ڈیرہ پر موجود تھے موقع پر آ گئے، معاملہ سنا اور آسیہ نے مذکورہ بیان شدہ الفاظ کا کہنا تسلیم کیا۔ ادلیس نے اسے اپنے کھیتوں میں سے چلے جانے کا کہا تو وہ چلی گئی۔ مسلمان عورتوں نے گاؤں پہنچ کر یہ بات اپنے اپنے گھروں میں کی تو گاؤں میں اشتعال پیدا ہو گیا اور گاؤں کے معزز افراد پر مشتمل پنچایت اکٹھی ہوئی جس میں عیسائی لوگ بھی موجود تھے۔ آسیہ کو بلا کر مذکورہ گفتگو کے بارے میں پوچھا گیا تو اُس نے ان الفاظ کا کہنا تسلیم کیا اور معافی بھی مانگی۔ اس پر گاؤں میں مزید اشتعال پیدا ہو گیا۔ اور لوگ آسیہ کو قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔ گاؤں کے نمبردار نے گاؤں والوں کو سمجھایا کہ اس نے جو جرم کیا ہے اس کی سزا موت ہی ہے۔ جو عدالت اسے دے گی تم اسے قتل کر کے کیوں اپنے ذمے جرم لیتے ہو۔ اور اس طرح قتل کر دیئے جانے سے دیگر مملکت میں پاکستان کی جگہ ہنسائی کا بھی اندیشہ ہے، مناسب ہے کہ اسے قانون کے حوالے کر دیا جائے۔“ نمبر دار صاحب کے سمجھانے پر گاؤں والوں نے اس کے خلاف قاری محمد سالم کی مدعیت میں تھانہ صدر ننگانہ صاحب میں برائے اندراج مقدمہ درخواست گزاری تو، 19/06/2010 کو پولیس نے مقدمہ نمبر 326/09 بجرم 295/C درج کر کے تفتیش محمد ارشد ڈوگر SI کے سپرد ہوئی۔ جس نے ریڈ کر کے ملزمہ کو اس کے گھر سے گرفتار کر لیا اور اس کا ڈاکٹری معاینہ کرانے کی استدعا عدالت سے کی لیکن ملزمہ نے ڈاکٹری معاینہ کرانے سے انکار کر دیا۔ ملزمہ سے کوئی برآمدگی مطلوب نہ ہونے کی بنا پر اسی دن اُسے مجسٹریٹ کے روبرو پیش کر کے جوڈیشل جیل شیخوپورہ بھیج دیا گیا۔ اس مقدمہ کی اطلاع جب RPO شیخوپورہ ریج کو ہوئی تو اس نے اس مقدمہ کی حساسیت کے پیش نظر بروئے چٹھی انگریزی نمبری 26/Leagal-18523 مورخہ: 24/06/2009 اس کی تفتیش سید محمد امین بخاری SP انویسٹی گیشن شیخوپورہ کے سپرد کر دی۔ سید محمد امین بخاری SP انویسٹی گیشن شیخوپورہ نے مثل مقدمہ طلب کر کے ملاحظہ کی اور فریقین کو مورخہ: 29/06/2009 کو اپنے دفتر طلب کیا۔ 29/06/2009 کو مدعی فریق کی جانب سے گواہان FIR سمیت 27 افراد نے جبکہ ملزمہ کی جانب سے 04 افراد نے پیش ہو کر اپنے بیانات ریکارڈ کروائے۔ وہاں پر ملزمہ آسیہ کے خاوند عاشق مسیح نے آسیہ کی برحلف صفائی دینے سے انکار کر دیا۔ فریقین کے بیانات سننے جو کہ ضمنی نمبر 03 مرتبہ مورخہ 29/06/2009 میں مفصل درج ہیں۔ بیانات سننے کے بعد ضمنی نمبر 03 پہرہ نمبر 12 میں لکھا



کہ ”معاملہ سنگین ہے۔ ریڈر خود کو حکم کیا کہ ادریس نامی کاشتکار جس کے کھیتوں میں وقوعہ ہوا ہے اسے بھی طلب کیا جائے اور ملزمہ جیل میں بند ہے اس سے ملاقات کے لئے سپریٹنڈنٹ جیل کو درخواست لکھی جائے“ مورخہ: 04/07/2009 کو محمد ادریس مذکور نے SP انویسٹی گیشن کے روبرو پیش ہو کر اپنا مفصل بیان ریکارڈ کروادیا جو کہ ضمنی نمبر 04 مرتبہ 04/07/2009 میں مفصل درج شدہ ہے۔ محمد ادریس نے بتایا کہ وقوعہ کے بعد گاؤں میں حاجی علی احمد کے ڈیرہ پر اکٹھ ہوا جہاں لوگوں کی موجودگی میں ملزمہ نے حضور پاک ﷺ کی شان میں گستاخانہ باتیں کرنے کا اعتراف کیا۔ جبکہ اسی دن ریڈر SP انویسٹی گیشن نے علاقہ مجسٹریٹ صاحب کی خدمت میں ملزمہ سے جیل میں دریافت حالات کرنے کی اجازت طلب کی جو اسی دن اجازت دے دی گئی۔ تو مورخہ: 06/07/2009 کو SP انویسٹی گیشن شیخوپورہ معہ عملہ متعلقہ، ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ پہنچا، ملزمہ آسیہ سے جیل کے اندر ملاقات کر کے دریافت حالات کی، اور اپنی مرتبہ ضمنی نمبر 05 پہرہ نمبر 05 میں لکھا کہ ”مندرجہ بالا حالات کی روشنی میں مسماں آسیہ بی بی کا حضور پاک ﷺ کی شان میں اور قرآن پاک کے متعلق گستاخانہ باتیں کرنا ثابت ہوا ہے جو مقدمہ ہذا میں صحیح گنہگار پائی گئی ہے“ اپنی تفتیش مکمل کر کے ملزمہ کو گنہگار لکھ کر مثل واپس تھانہ صدر ننگانہ صاحب ارسال کر دی۔ جہاں سے مورخہ: 12/07/2009 کو محمد ایوب SHO / تھانہ صدر نے حالات تفتیش مقدمہ کی روشنی میں ملزمہ کو گنہگار قرار دیکر مثل چالان مقدمہ مکمل کر کے ہمراہ بیانات گواہان متعلقہ دفتر میں جمع کرادیا۔ جو کہ معمول کے مطابق 14/09/2009 کو چالان عدالت میں پہنچا اور سماعت جناب نوید اقبال صاحب ایڈیشنل سیشن جج ننگانہ صاحب کے سپرد ہوئی۔ 03/10/2009 جناب محمد نوید اقبال ایڈیشنل سیشن جج صاحب ننگانہ صاحب نے ملزمہ پر فرد جرم عائد کر کے مقدمہ کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز کیا۔ استغاثہ کی طرف سے جناب میاں ذوالفقار علی ایدو وکیٹ جبکہ ملزمہ کی طرف سے وکلاء کا ایک مضبوط پیئل جن میں ایس کے چوہدری، سید رشید حسین اور میاں محمد اجمل ایڈووکیٹس شامل ہیں عدالت میں پیش ہوتا رہا۔ پرائیویٹ گواہان ہر تاریخ پیشی پر عدالت میں حاضر ہوتے رہے لیکن کبھی وکلاء کی ہڑتال اور کبھی معزز جج صاحب کی چھٹی کی وجہ سے کئی ماہ تک گواہان کے بیانات ریکارڈ نہ ہو سکے۔ بالآخر 01/06/2010 گواہان استغاثہ قاری محمد سالم، مافیہ بی بی، عاصمہ بی بی، محمد افضل نے، 15/06/2010 کو محمد رضوان SI نے، 06/07/2010 محمد ارشد سب انسپکٹر (تفتیشی



افسر) اور سید محمد امین بخاری SP انویسٹی گیشن شیخوپورہ (تفتیشی افسر) نے، 01/10/2010 کو محمد ادریس (جس کے فالسہ کے باغ میں وقوعہ ہوا تھا) نے بطور گواہ عدالت میں پیش ہو کر اپنا اپنا بیان قلمبند کرایا۔ جبکہ 20/10/2010 کو ملزمہ کا بیان ریکارڈ ہوا۔ کئی ماہ تک مقدمہ زیر سماعت رہا۔ اسی دوران ملزمہ نے سیشن کورٹ اور ہائی کورٹ میں درخواست ہائے ضمانت پیش کیں جو نا منظور ہوئیں۔ سماعت مکمل ہونے پر ملزمہ گناہ گار ثابت ہو گئی تو مورخہ: 08/11/2010 کو جناب محمد نوید اقبال صاحب ایڈیشنل سیشن جج صاحب نکانہ صاحب نے ملزمہ کو سزائے موت اور ایک لاکھ روپے جرمانہ کی سنادی۔ ملزمہ کے وکیل رائے اجمل ایڈووکیٹ نے فیصلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے اعتراف کیا کی جناب نوید اقبال صاحب نے میرٹ پر فیصلہ کیا ہے۔ مقدمہ کی سماعت کے دوران مجھے کوئی تعصب نظر نہیں آیا۔ ملزمہ آسیہ کے دفاع میں شہادت کمزور ہونے کی بنا پر میں نے شہادت عدالت میں پیش نہیں کی۔ وکیل موصوف کا یہ بیان مورخہ: 26/11/2010 ملکی اخبارات میں شائع ہوا۔ مکمل پولیس ریکارڈ جس میں مدعی، گواہان، ملزمہ اور پولیس کے مفصل بیانات لگے ہوئے ہیں اور مفصل عدالتی فیصلہ جس میں پورے مقدمہ کا خلاصہ اور حالات و واقعات بیان کرنے کے بعد سزائے موت سنائی گئی ہے، کی فوٹو سٹیٹ کا پی میرے پاس موجود ہے جس کی روشنی میں یہ تحریر تیار کی جا رہی ہے۔

اگلے دن معمول کے مطابق یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو میڈیا میں شور برپا ہو گیا جو کہ آج تک جاری ہے۔ گورنر پنجاب سلمان تاثیر اس سلسلہ میں بہت پیچ و تاب کھا رہا ہے۔ 20/11/2010 کو گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے اپنی بیٹیوں اور بیوی کو ساتھ لے کر، جیل کے اندر ملزمہ سے ملاقات کی، ملزمہ کو اپنے ساتھ بٹھا کر پریس کانفرنس کی۔ پولیس اور عدلیہ کی کئی ماہ کی انکوائری اور تحقیقات پر بیٹھے بٹھائے قلم پھیر کر ملزمہ کو بے گناہ قرار دے دیا اور اسے جلد ہی بری کر دیئے جانے کی نوید سنا کر اور ایک درخواست پر دستخط کروا کر چلا گیا۔ میڈیا پر یہ خبر بھی آ چکی ہے کہ ملزمہ کو شیخوپورہ جیل سے کہیں نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا گیا ہے۔

اپنا دینی اور ملی فریضہ سمجھتے ہوئے، میں صدر زرداری اور گورنر سلمان تاثیر یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا پاکستان میں ”اندھیر نگری اور چوپٹ راج“ والا معاملہ کیا جا رہا ہے؟ ابھی تو سیشن کورٹ ٹرائل ہوا ہے اس کے بعد ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کی معزز عدالتیں موجود ہیں ان عدالتوں سے ٹرائل کے بعد



صدر کے پاس اپیل کی باری آئے گی۔ اگر مجرمہ بے گناہ ثابت ہوگئی تو عدالتیں اسے بری کرنے میں آزاد ہیں۔ اگر گورنر اور صدر آصف زرداری نے سب عدالتوں کو بائی پاس کر کے مغربی خداؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر سیشن کورٹ کے فیصلہ پر ہی پیچ و تاب کھا کر مجرمہ کی رہائی کے غیر قانونی اور ناپاک منصوبے بنا رکھے ہیں تو ایک آرڈیننس جاری کر کے عدالتی نظام جو ان کے کئی ”منصوبوں“ کو روکے ہوئے ہے، ختم کر دیں اور خود ہی اپنی مرضی کے فیصلے کرتے جائیں۔ لیکن جب تک عدالتیں قائم ہیں ان کا احترام گورنر اور صدر مملکت کو عام پاکستانی شہری سے بدرجہا بڑھ کر کرنا ہوگا تا کہ عوام ان کی تقلید میں قانون کا احترام سیکھ سکیں۔ پیپلز پارٹی کے دونوں اہم ترین راہنماؤں کے ساتھ ساتھ دیگر کارپردازوں کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اسی طرح کا ایک کھیل ان کی قائد بے نظیر بھٹو نے 1993ء میں بھی کھیلا تھا جب تھانہ لدھا ضلع گوجرانوالہ کے دو عیسائی گستاخان رسول کو سیشن کورٹ نے سزائے موت سنائی تو بے نظیر بھٹو نے مغربی خداؤں کی خوشنودی حاصل کرنیکی غرض سے بطور وزیراعظم پاکستان، مقدمہ پر براہ راست اثر انداز ہو کر ہائی کورٹ کے ایڈہاک ججوں سے ملزمان کی رہائی کے آرڈر جاری کروا لیے۔ اور ملزمان سرکاری پروٹوکول کے ساتھ بیرون ملک فرار کر دیئے گئے۔ جلد ہی اللہ کی بے آواز لاٹھی حرکت میں آئی تو بے نظیر بھٹو اپنے ہی ہاتھ سے بنائے ہوئے صدر فاروق لغاری کے ”دستِ شفقت کا شکار“ ہو کر اقتدار سے لڑھک گئیں اس کے بعد سو طرح کے جتن اور انتہائی شرمناک ڈیلیں کرنے کے باوجود لیلائے اقتدار تک رسائی حاصل نہ کر سکی تا آنکہ راہی ملک عدم ہوئی۔ عقلمند لوگ دوسروں کے تجربات سے سبق سیکھتے ہیں گورنر اور اسی قبیل کے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ حضور نبی رحمت ﷺ کا نام ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا۔ مگر جس طرح ذوالقار علی بھٹو اور بے نظیر بھٹو کی مرکر اور نصرت بھٹو کی جیتے جی ہی داستان تمھاری آنکھوں کے سامنے ختم ہو چکی ہے۔ کچھ ہی عرصہ بعد تمھارے اعمال کی وجہ سے

ع تمھاری داستان تک نہ ہو گی داستانوں میں

ابھی وقت ہے ہوش کے ناخن لو اور اللہ اور اس کے رسول کی عزت کی حفاظت کا ڈنکا بجا دو وہ زمانے میں تمھاری عزت کا سامان پیدا کر دے گا۔ عیسائی آج بھی تو ہیں عیسیٰ پر سزائے موت دینے پر قائم ہیں لیکن نام نہاد مسلمان لیڈر تو ہیں رسالت کے قانون کی طرح طرح کی تاویلیں کر کے اس کی



روح کو سبوتاژ کرنے کے درپے ہیں۔ یورپی ممالک اسلام سے برگشتہ اور اسلامی تعلیمات پر نکتہ چینی کرنے والے انہیں نام نہاد مسلمانوں کو جس طرح عزت و توقیر سے نوازتے ہیں، یہ سراسر قابل اعتراض اور اشتعال انگیز حرکت ہے۔ گستاخ رسول، ملعون سلمان رشدی ہو یا تسلیمہ نسرین، ملعون کارٹونسٹ ہو یا شاتمہ آسیہ انھیں امریکہ و یورپ میں ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے اور میڈیا میں انہیں ہیرو بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ جو کہ امریکہ و یورپ کے اسلام کے خلاف اندرونی بغض و عناد کا کھلم کھلا اظہار ہے۔ مغربی دنیا کی بھرپور کوشش ہے کہ روشن خیالی، آزاد روی اور جدیدیت کے نام پر، مسلمانوں کو ان کے بنیادی اعتقادات سے بھی دور کر دیا جائے۔ ان حالات میں سب اسلامیان پاکستان سے گزارش ہے کہ اپنے وسائل اور اختیارات کے مطابق ہر فورم پر احتجاج کر کے اس دریدہ دہن عورت کو کیفر کردار تک پہنچانے اور قانون توہین رسالت کی روح کو بچانے میں اپنا حصہ اپنے تمام تر وسائل سمیت ڈال کر عند اللہ اور عند رسول اللہ ﷺ اسر خر و ہوں۔

رسول اکرم ﷺ کی ذات، مسلمانوں کے لیے ان کی اپنی ذات سے بہت بڑھ کر ہے۔ آپ ﷺ کے بارے میں فحش گوئی اور بدکلامی سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچنا ایک لازمی و فطری عمل ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی عزت و تکریم کی حفاظت ہر مسلمان پر فرض ہی نہیں بلکہ بنیاد ایمان ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”اے نبی ﷺ بے شک ہم نے آپ کو بھیجا شاہد و مبشر اور نذیر بنا کر، تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی تسبیح (پاکی) بیان کرو“ (1) ”دوسری جگہ آپ ﷺ کی عزت و توقیر کی اہمیت ان الفاظ میں بیان فرمائی: ”پس جو لوگ اس رسول ﷺ پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی اتباع کریں جو اس کے ساتھ اترا، وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔“ (2) نبی اکرم ﷺ کی عزت و توقیر کس حد تک کی جائے اس بارے میں ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں۔ ”اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان کی موجودگی میں بلند آواز سے بات نہ کرو جس طرح بلند آواز سے تم ایک دوسرے کے ساتھ بات کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے سب اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے“ (3) صحابہ کرام تو پہلے ہی مجسم ادب تھے لیکن اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد ادب و احترام رسول ﷺ کے بارے میں مزید محتاط ہو گئے۔ خود ہی محتاط نہ ہوئے بلکہ دوسروں کو بھی بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہونے سے قبل ”آداب باریابی“ سے مطلع فرماتے۔ کتب سیر میں مرقوم ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے معمول بنالیا تھا کہ جب بھی کوئی بیرونی وفد آپ ﷺ سے ملاقات کی غرض سے مدینہ طیبہ پہنچتا تو آپ اس وفد کی طرف ایک خاص آدمی کو روانہ کرتے جو



اس وفد میں شامل لوگوں کو آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری اور بات چیت کے آداب سے آگاہ کرتا۔ ایسے الفاظ جن میں توہین رسالت ﷺ کا شائبہ بھی موجود، ہوان کے استعمال سے منع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا! ”اے ایمان والو (جب تم رسول ﷺ سے بات کرو تو) ”رَاعِنَا“ نہ کہو بلکہ یوں عرض کرو کہ حضور ﷺ ہم پر نظر فرمائیے اور (جب حضور ﷺ ارشاد فرما رہے ہوں تو) غور سے سنا کرو (تاکہ بار بار تم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر آپ ﷺ کو تکلیف محسوس نہ ہو) (4) اتنی واضح تعلیمات کے باوجود اگر کوئی بد بخت حضور ﷺ کے ناموس کے بارے میں ناپسندیدہ عمل کرے تو اس کا کیا حشر ہوگا، ارشاد ربانی ہے! ”بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ہلاک کیا جائے گا جس طرح ان لوگوں کو ہلاک کیا گیا جو ان سے پہلے تھے۔“

(5) مزید فرمایا! ”جو لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں یہ ذلیل ترین لوگ

ہیں۔“

(6) ناموس رسالت کا پاس نہ رکھنے والوں سے مومنین کا کوئی تعلق نہ ہونا چاہئے ارشاد ربانی ہے! ”جو لوگ خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، تم انہیں خدا اور رسول ﷺ کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔“

(7) شاتمان رسالت کو سزا سے بچانے کیلئے قوانین میں ترمیم کرنے والوں اور گستاخان رسول کی وکالت کر کے انہیں سزا سے بچانے کی کوشش کرنے والوں کی آنکھیں کھولنے کیلئے اس حکم ربانی کا مطالعہ کافی ہوگا۔ حکومت وقت سے گزارش ہے کہ غیرت مسلمان کا امتحان لینے سے باز رہے۔ اقتدار کے نشے میں سرمست ہو کر جس نے بھی گستاخان رسول کی پشت پناہی کی کوشش کی اس کی دنیا و آخرت تباہ ہونے کا اشارہ قرآن و حدیث میں موجود ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

”جان لو! بے شک بنی کریم کی عزت و حرمت اور آپ کی تعظیم و توقیر آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح ضروری و لازم ہے۔ جس طرح آپ کی ظاہری حیات میں ضروری و لازم تھی۔ اس کا اظہار خصوصاً آپ کے ذکر مبارک، آپ کی حدیث شریف کی تلاوت، آپ کی سنت، آپ کے نام مبارک اور آپ کی سیرت طیبہ کے سننے کے وقت ہونا چاہئے۔“

(8) علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بھی پیش نظر رہے!

ادب گاہِ پست زیرِ آسماں از عرش نازک تر  
نفس گم کردہ می آئید، جنید و بایزید ایں جا



## صحابہ کرامؓ اور عقیدہ اہل سنت

مولانا محمد یوسف

بعد الحمد والصلوة :- کسی صاحب عقل و ایمان کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت ﷺ سے محبت و عقیدت جزو ایمان ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ ﷺ سے محبت ہو تو آپ ﷺ کے جانثاروں سے بھی تعلق خاطر ہوگا کہ ان کی محبت آپ ﷺ ہی کی محبت کا ایک شعبہ ہے۔ حضرات صحابہؓ سے نفرت و بدگمانی اور ان کی بے ادبی و تنقیص آنحضرت ﷺ کے لئے موجب ایذا ہے، یہ مسئلہ جیسا کہ عقل سے ثابت ہے اسی طرح نصوص شرعیہ سے بھی ثابت ہے۔ ترمذی شریف میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے ۔ اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے صحابہؓ کے بارے میں، میرے بعد انہیں نشانہ مت بناؤ۔ پس جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی بنا پر، جس نے ان کو ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس (مطعون) کو پکڑ لے (اور جس کو اللہ تعالیٰ پکڑے اس کی بدبختی کی کیا انتہا ہے)۔ کسی صحابیؓ کو ایذا پہنچانے کی بدترین صورت یہ ہے کہ اسے بدنیت کہا جائے، سوء ظن کا مستحق سمجھا جائے، اس پر طعن و ملامت کی بوچھاڑ کی جائے، بات بات میں ایسے پہلو تلاش کئے جائیں جن سے اس کے دین و دیانت پر حرف آتا ہو، اس کے متعلقین کو بدنام کیا جائے اور پھر ان تمام مزعومہ جرائم کا قرطاس ابیض شائع کر کے ہر کس و ناکس کو اس پر رائے زنی اور خردہ گیری کی دعوت دی جائے۔ ”نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَ غَضَبِ رَسُوْلِهِ“۔

اس معاملہ میں دل یہ داعیہ پیدا ہوا ہے کہ اگر اس سلسلہ میں اکابر امت کے کچھ ارشادات نقل کئے جائیں تو کیا بعید ہے کہ ان کی برکت سے ایسے حضرات کو، جو بعض کچی پکی تحریروں کی بنا پر حضرات صحابہ کرامؓ سے سوء ظن رکھتے ہیں، اصلاح کو توفیق ہو جائے، اور وہ ارشاد نبوی ”وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي“ کے وبال سے بچ سکیں۔ ذیل میں اس سلسلہ کے تین مضمون قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔



مضمون اول! حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کے رسالے ”ردّ رواض“ سے لیا گیا ہے، مضمون دوم حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دو فتوے ہیں جو امداد الفتاویٰ جلد پنجم صفحہ ۳۹۳ تا ۳۹۵ سے ماخوذ ہیں۔ مضمون سوم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کے مکتوب دفتر اول (۲۵۱) سے مقتبس ہے۔ پہلا مضمون گویا عقیدہ اہل حق کا مختصر متن ہے اور دوسرا اور تیسرا اس کی مختصر و مطول شرح ہے ”وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ“۔

### مضمون اول: منقول از رسالہ ردّ رواض، مؤلفہ امام ربانیؒ

ترجمہ۔ امام ابو ذر عہ رازیؒ، جو اپنے وقت کے جلیل القدر شیخ ہیں، فرماتے ہیں جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابیؓ کی تنقیص کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق (بد دین) ہے اس لئے کہ قرآن حق ہے، رسول اللہ ﷺ حق ہیں، آپ ﷺ جو دین لائے وہ حق ہے، اور یہ ساری چیزیں ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ پہنچی ہیں۔ پس جو شخص ان حضرات پر جرح کرتا ہے اس کا مقصد کتاب و سنت کو باطل ٹھہرانا ہے۔ اس لئے اس کی جرح خود اس پر چسپاں ہوگی اور اس پر زندیق، گمراہ جھوٹا اور معاند ہونے کا حکم کیا جائے، اور یہ فیصلہ عین حق و صواب ہے۔ حضرت سہل بن عبدالعزیز تستریؒ جو بہت بڑے عالم اور جلیل القدر ولی اللہ ہیں، فرماتے ہیں، جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم نہیں کرتا سمجھ لو کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں رکھتا۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، جو دین کے جلیل القدر امام ہیں، ان سے کسی نے پوچھا: معاویہؓ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیزؓ؟ فرمایا: آنحضرت ﷺ کی معیت میں جو غبار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں پہنچا وہ بھی عمر بن عبدالعزیزؓ سے کئی درجے بہتر ہے۔ مطلب یہ کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے فضائل و کمالات اپنی جگہ ہیں لیکن دنیا کی کوئی فضیلت آنحضرت ﷺ کی صحبت و دیدار کی فضیلت کی گراہ کو بھی نہیں چھو سکتی۔

### مضمون دوم: منقول از امداد الفتاویٰ جلد ۵ صفحہ ۳۹۳-۳۹۵

ترجمہ عبارت فارسی:

سوال:- حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ صحابی ہیں یا نہیں؟ اور وصف صحابیت میں دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ شریک ہیں یا نہیں؟ اور انھیں حضرت کے لقب



سے یاد کرنا اور ان کے نام پر رضی اللہ عنہ کہنا اہل سنت کا شعار ہے یا نہیں؟ اور جو شخص ان کی تعظیم میں کوتاہی کرتا ہے اور لوگوں کے سامنے ان کی بُرائیاں بیان کرتا ہے اس کے رافضی ہونے میں شک ہیں یا نہیں؟

الجواب:- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی اور صحابی زادہ ہیں ان کی صحابیت اور فضیلت میں کس کو کلام ہے؟ مگر یہ کہ رافضی ہو، انہیں حضرت کے لقب سے یاد کرنا اور ان کے اسم گرامی پر رضی اللہ عنہ کہنا اہل سنت کا شعار ہے۔ جو شخص ان کی شان عالی میں طعن و تشنیع زبان و قلم پر لاتا ہے اس میں رافضیت کا شعبہ پایا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے بارے میں (تین بار فرمایا، ان کو میرے بعد ہدف ملامت نہ بنالینا جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی بنا پر، اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی بنا پر۔ اور آنحضرت ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء فرمائی۔ اے اللہ! ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے مابین جو مناقشات پیدا ہوئے ان کے لئے صحیح محمل اور مناسب تاویل گنجائش ہے۔ حضرت غوث اعظم قدس سرہ سے منقول ہے کہ اگر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے راستے میں جا بیٹھوں اور آنجناب کے گھوڑے کی ٹاپوں سے غبار اڑ کر مجھ پر پڑے میں اس کو اپنے لئے باعث نجات سمجھوں گا۔ تعجب ہے کہ اتنے بلند مرتبہ بزرگان دین تو ان کی خاک کو سرمایہ نجات خیال کریں اور چند کس و ناکس زبان درازی کریں؟ عارف رومیؒ نے صحیح کہا ہے جب خدا کسی کے عیوب سے پردہ اٹھانا چاہتا ہے تو اسے پاک لوگوں پر طعنہ زنی کو سوجھتی ہے۔

اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔ حدیث میں ہے

”میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی ایک شخص اُحد (پہاڑ) کی برابر سونا بھی خرچ کر دے تو ان صحابہ کے ایک سیر کو نہیں پہنچ سکتا نہ اس کے عشر عشر کو۔ دوسری اور حدیث میں ہے۔ ”اکرموا اصحابی فانہم خیارکم“ اور میرے صحابہ کی عزت و اکرام کرو وہ (تمہارے خیال میں خواہ کیسے ہی ہوں مگر) تم سے اچھے ہیں۔ اور حدیث میں ہے ”لا تمس النار مسلماً رآنی اور آی من رآنی“ (رواہ الترمذی) جس مسلمان نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا اسے (جہنم کی) آگ نہیں چھوئے گی۔



ایک اور حدیث میں ہے: ”فمن احبهم فحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم“ پس جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی بنا پر۔ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی یقیناً ہیں اس لئے احادیث مذکورہ ان کو شامل ہوں گی۔ پس ان کا اکرام اور محبت واجب ہوگی اور ان کو بُرا کہنا اور ان سے بغض و نفرت رکھنا یقیناً حرام ہوگا۔ اور ان سے جو کچھ منقول ہے بعد تسلیم صحت نقل ان اعمال پر ان کے حسنات بلکہ خود ایک وصف صحابیت غالب ہے، جیسا ارشاد نبوی ہے ”فلوان احدکم الخ“ اسی پر ہے اور اسی بنا پر ”لا تمس النار الخ“ فرمایا ہے۔ پس جو وسوسہ و خطرہ بلا اختیار دل میں پیدا ہوا ہو وہ غفویہ ہے اور جو عقیدہ اور تعلق اختیار سے ہو اس کی اصلاح واجب ہے۔ اور جو شخص با اختیار بدگمانی یا بدزبانی یا بغض و نفرت رکھے گا لامحالہ وہ احادیث نبویہ کا مخالف اور خارج از اہل سنت و جماعت ہے جیسا کہ کتب اہل سنت سے ظاہر ہے۔ اس لئے اس کی امامت بھی مکروہ ہے اور اختلاط بلا ضرورت بھی ممنوع ہے۔ شرح عقائد نسفی میں ہے: ”اور صحابہ کرامؓ کے مابین جو لڑائی جھگڑے ہوئے ان میں ہر ایک کا موقف اپنی جگہ صحیح اور مبنی برتاویل ہے۔ اس لئے ان پر طعن و تشنیع کرنا اگر دلائل قطعیہ کے خلاف ہو جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ پر تہمت، تب تو کفر ہے ورنہ بدعت و فسق ہے۔“

مضمون سوم: متقبس از مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱

جاننا چاہیے کہ صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) تمام بزرگ مرتبہ کے ہیں اور سب کو ادب و تعظیم سے یاد کرنا چاہئے۔ خطیب بغدادی حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا: اور میرے لئے میرے صحابہؓ کو چھانٹ کر چٹا، ان میں سے بعض کو چن کر میرے رشتہ دار بنایا اور بعض کو مددگار۔ پس جو شخص ان کے بارے میں میرے حق کی رعایت رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے گا اور جو شخص ان کے معاملے میں مجھے ستائے گا اللہ تعالیٰ اس کو ستائے گا۔“

امام طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”جس نے میرے صحابہؓ کو بُرا بھلا کہا اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت“

ابن عدی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہؓ کے معاملے میں بیباک ہوں۔“ صحابہ کرام



(رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے مابین جو لڑائی جھگڑے ہوئے ان کو اچھے محل پر محمول کرنا چاہئے اور نفسا نیت اور تعصب سے بعید سمجھنا چاہئے کیونکہ یہ اختلافات ہوئی وہوس پر نہیں بلکہ اجتہاد و تاویل پر مبنی تھے۔ جمہور اہل سنت کا یہی مسلک ہے۔ البتہ یہ سمجھنا چاہئے کہ: جو حضرات، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف سف آرا ہوئے وہ خطا پر تھے، اور حق حضرت علیؑ کی جانب تھا مگر چونکہ یہ خطا خطائے اجتہادی ہے اس لئے نہ اس پر (دنیوی) ملامت ہے نہ (آخروی) مواخذہ۔ چنانچہ شارح مواقف، امام آمدیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ جمل و صفین کے واقعات از روئے اجتہاد تھے، شیخ ابوشکور سلمیٰؒ نے ”تمہید“ میں تصریح کی ہے کہ اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ اور صحابہ کرامؓ کی جو جماعت آپ کے ساتھ تھی یہ حضرات حضرت علیؑ کے مقابلہ میں خطا پر تھے اور یہ خطا اجتہادی ہے۔ شیخ ابن حجر ”صواعق محرقہ“ میں فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی منازعت اجتہاد پر مبنی تھی، شیخ ابن حجر فرماتے ہیں ”اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے“۔

اور شارح مواقف نے جو لکھا ہے کہ ”ہمارے بہت سے اصحاب اس کے قائل ہیں کہ یہ منازعت اجتہاد کی بنا پر نہیں تھی“۔ خدا جانے اس سے کون لوگ مراد ہیں ورنہ اہل سنت کا فیصلہ تو اس کے خلاف ہے جیسا کہ ابھی گزرا۔ اہل سنت کی تمام کتابیں اس مضمون سے بھری پڑی ہیں کہ یہ خطا اجتہادی تھی۔ جیسا کہ امام غزالیؒ، قاضی ابوبکرؒ اور دیگر حضرات نے تصریح کی ہے، اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف صف آرا ہونے والے حضرات کو فاسق و گمراہ کہنا جائز نہیں۔ قاضی عیاضؒ شفا میں لکھتے ہیں: امام مالکؒ نے فرمایا: ”جو شخص حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، معاویہؓ، عمرو بن عاصؓ رضی اللہ عنہم کو یا آنحضرت ﷺ کے کسی اور صحابی کو برا بھلا کہتا ہے تو اسمیں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ یہ کہتا ہے کہ یہ حضرات گمراہی اور کفر پر تھے تو قتل کیا جائے گا اور اگر اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے برا بھلا کہتا ہے جیسا کہ عام لوگ ایک دوسرے کو کہا کرتے ہیں تو اسے سخت تادیب کی جائے گی“۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی لڑنے والے نہ تو کافر ہیں جیسا کہ غالی رافضیوں کا خیال ہے نہ فاسق ہیں جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔ اور جیسے شارح مواقف نے اپنے بہت سے اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے او یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ حضرت صدیقہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، اور بہت سے جلیل القدر صحابہؓ ان میں شامل ہیں۔ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ تیرہ ہزار افراد کے ساتھ



جنگ جمل میں حضرت معاویہؓ کے خروج سے پہلے شہید ہوئے اب ان اکابر کو گمراہ کہنے کی جرأت کوئی مسلمان تو نہیں کر سکتا الا یہ کہ اس کے دل میں روگ اور باطن میں خبث ہو۔ اور بعض فقہا کی عبارت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں جو لفظ جو واقع ہوا ہے اور کہا ہے کہ حضرت معاویہؓ امام جائز تھے، اس سے مراد یہ ہوگا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کی خلافت حق نہ تھی۔ یہاں وہ جور مراد نہیں جس کا مآل فسق و ضلالت ہے۔ یہ تاویل اس بنا پر ضروری ہے تاکہ یہ عبارت اقوال اہل سنت کے موافق ہو جائے۔ تاہم اہل استقامت اس قسم کے الفاظ کے استعمال سے جن سے خلاف مقصود کا وہم ہوا اجتناب کرتے ہیں اور خطا اجتہادی سے زیادہ کچھ کہنا جائز کا اطلاق کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جبکہ یہ بات صحیح طور سے ثابت ہے کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں امام عادل تھے۔ جیسا کہ صواعق محرقة میں ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ الرحمن جامیؒ نے بھی خطا منکر کہہ کر زیادتی کی ہے۔ خطا پر جو زیادتی کی جائے گی خطا ہوگی۔ مولانا نے اس کے بعد کہا ہے کہ اگر وہ مستحق لعنت ہے الخ یہ بات بھی نامناسب کہی ہے یہ اگر مگر کی کوئی جگہ تھی اور اشتباہ کا کونسا محل تھا؟ اگر یہ بات یزید کے حق میں کہی جاتی تو البتہ گنجائش تھی لیکن حضرت معاویہؓ کے حق میں ایسا کہنا بڑی گھناؤنی بات ہے۔ حدیث نبوی میں ثقہ راویوں کی مسند سے آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاویہؓ کے حق میں یہ دعا فرمائی۔ ”اے اللہ ان کو کتاب و حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا۔“ دوسرے موقع پر یہ دعا فرمائی۔ ”اے اللہ ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور آنحضرت ﷺ کی دعا قبول ہے۔ بظاہر یہ بات مولانا (جامی) سے سہو و نسیان (یا غلبہ حال) کے طور پر سرزد ہوئی ہوگی۔ نیز ان اشعار میں مولانا نے نام کی تصریح نہیں کی بلکہ یہ کہا: ”وہ ایک دوسرے صحابی“ یہ عبارت بھی ناخوشی کا پتہ دیتی ہے (اور کسی صحابی سے ناخوشی کا اظہار صریحاً خطا ہے)۔ اے اللہ خطا و نسیان پر مواخذہ نہ فرما۔ امام شعبیؒ سے جو نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہؓ کی برائی کو فسق سے بھی آگے بڑھا دیا ہے یہ نقل ثابت نہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو امام اعظمؒ جو امام شعبیؒ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اس نقل کے سب سے زیادہ حقدار تھے۔ امام مالکؒ جو تابعین میں سے ہیں امام شعبیؒ کے معاصر ہیں اور جو علمائے مدینہ میں سب سے بڑے عالم ہیں۔ حضرت معاویہؓ و عمرو بن عاصؓ کے بارے میں زبان درازی کرنے والوں کے لئے سزائے قتل تجویز



کرتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر گزرا اگر یہ حضرات مستحق شتم ہوتے تو ان کی تنقیص کرنے والوں پر یہ فتویٰ کیوں دیا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام مالکؒ ان حضرات کی تنقیص کو گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں اور اسی بنا پر قتل شاتم کا فتویٰ دیتے ہیں، نیز حضرت معاویہؓ کی تنقیص کو حضرات خلفاء ثلاثہ کی تنقیص کے مشابہ قرار دیتے ہیں جیسا کہ اوپر گزرا۔ لہذا حضرت معاویہؓ تنہا نہیں ہیں بلکہ کم و بیش نصف صحابہ کرامؓ اس میں ان کے ساتھ شریک ہیں، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے والا اگر معاذ اللہ کافر فاسق ہیں تو دین کے اتنے حصہ سے جو ان حضرات کی تبلیغ سے ہم تک پہنچا اعتماد اٹھ جاتا ہے اور اس بات کو صرف وہی زندیق برداشت کر سکتا ہے جس کا مقصود دین کو باطل ٹھہرانا ہو۔

اس فتنہ کے اُبھرنے کا منشا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل اور قاتلین عثمانؓ سے قصاص کا مطالبہ تھا۔ حضرت طلحہؓ وزیرِ تاخیرِ قصاص کی بنا پر مدینہ سے نکلے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بھی اس معاملہ میں ان سے موافقت کی اور جنگ جمل حضرت عثمانؓ کے قصاص میں تاخیر کی وجہ سے ہوئی جس میں تیرہ ہزار آدمی قتل ہوئے اور جس میں طلحہؓ وزیر بھی جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں شہید ہوئے۔

بعد ازاں حضرت معاویہؓ ملک شام سے آکر ان کے ساتھ شریک ہو گئے اور جنگ صفین ہوئی۔ امام غزالیؒ نے تصریح کی ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کا یہ جھگڑا امر خلافت میں نہیں تھا بلکہ حضرت علیؓ کی خلافت کے آغاز میں قصاصِ طلحی کا جھگڑا تھا۔ شیخ ابن حجرؒ نے اسی کو اہل سنت کا عقیدہ کہا ہے۔ شیخ ابو شکور سلمیٰ جو اکابر احناف میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت معاویہؓ کی منازعت دربارہ خلافت تھی، دراصل آنحضرت ﷺ نے حضرت معاویہؓ سے فرمایا تھا جب تم لوگوں کے بادشاہ بنو تو ان سے نرمی کیجیے اس سے حضرت معاویہؓ یہ سمجھے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق ان کو خلیفہ بننا چاہئے تھا۔ ان کا یہ سمجھنا بجا تھا مگر ان سے اجتہاد میں غلطی یہ ہوئی کہ انھوں نے بعض قرائن سے یہ سمجھ لیا کہ ان کا زمانہ حضرت عثمانؓ کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور یہ اجتہاد صحیح نہیں تھا کیونکہ حضرت علیؓ کی خلافت امیر کرم اللہ وجہہ کے بعد تھا۔ تو تعین وقت میں ان سے خطا ہوئی۔ ان دونوں اقوال میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ منازعت کا اصل منشا تو تاخیرِ قصاص ہوا ہو بعد ازاں حضرت معاویہؓ کو ارشاد نبوی کی روشنی میں خلافت کی توقع ہو گئی ہو۔ بہر صورت یہ اجتہاد مقام اجتہاد میں تھا جن صاحب سے اجتہاد میں تھا جن صاحب سے اجتہاد میں خطا ہوئی اس کے لئے ایک درجہ ہے اور جس کا اجتہاد صحیح نکلا اس کے لئے دو بلکہ دس درجے ہیں۔ جانِ برادر اس مقام میں سلامتی کی راہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی رنجشوں سے سکوت کیا جائے اور ان کے کسی جھگڑے کا ذکر زبان پر



نہ لایا جائے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے میرے صحابہؓ کے اختلافات کا ذکر مت چھیڑو نیز فرمایا جب میرے صحابہؓ کا ذکر آئے تو زبان روک لو۔

نیز ارشاد ہے: ”میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو، انھیں طعن و تشنیع کا نشانہ مت بناؤ“ امام شافعیؒ فرماتے ہیں اور یہ قول حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے بھی منقول ہے کہ ”حق تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ ان خونوں سے محفوظ رکھے ہمیں اپنی زبانیں بھی ان سے آلودہ نہیں کرنی چاہیں“ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کی خطا کو بھی زبان پر نہ لایا جائے اور ذکر خیر کے علاوہ ان کا تذکرہ نہ کیا جائے۔

یزید بے دولت فاسقوں کے گروہ سے ہے اس کی لعنت سے توقف اہل سنت کے اس قاعدہ کی بان پر ہے کہ کسی شخص پر لعنت کرنا خواہ وہ کافر ہو صحیح نہیں۔ البتہ جن لوگوں کے بارے میں قطعاً معلوم ہے کہ ان کا خاتمہ کفر پر ہوا ان پر لعنت جائز ہے جیسے ابولہب جہنمی اور اس کی بیوی۔ اس توقف کا یہ مطلب نہیں کہ یزید مستحق لعنت نہیں بلاشبہ جو لوگ اللہ و رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں خدا کی لعنت۔

چونکہ اس زمانہ میں بہت سے لوگوں نے مسئلہ امامت خلافت و ملوکیت کی آڑ لے کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی خلافت و مخالفت کو موضوع بحث بنا لیا ہے اور جاہل مؤرخین اور سرکش اہل بدعت کی تقلید میں اکثر صحابہ کرامؓ کو بدنام کرتے ہیں اور ان کی جناب میں نامناسب امور منسوب کرتے ہیں اس ضرورت کی بنا پر فضائل صحابہ کا کچھ حصہ لکھا، دوستوں کو بھیجا۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”جب فتنے رونما ہوں، بدعات کو فروغ ہو اور میرے صحابہؓ کو برا کہا جائے تو اہل علم کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہئے۔ جس نے ایسا نہیں کیا اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت، اللہ تعالیٰ نہ اس کے فرض کو قبول کریں گے نہ نفل کو“

اس بنا پر ضروری ہے کہ اپنا اعتقاد عقیدہ اہلسنت کے مطابق رکھیں اور زید و عمر کس و ناکس کی باتوں پر کان نہ دھریں۔

جھوٹے افسانوں تاریخ کی کچی پکی باتوں پر نظریات کی بنیاد رکھنا اپنے ایمان کو ضائع کرنا ہے۔ فرقہ ناجیہ اہلسنت کی تقلید ضروری ہے تاکہ امید نجات ہو اس کے بغیر نجات محال ہے۔

والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الہدی والتزم متابعة المصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام۔



## قانون توہین رسالت کیا ہے اور کیوں ضروری ہے

برصغیر پاک و ہند میں مغلیہ سلطنت کے عدالتی مقدمات میں فیصلے قرآن و سنت اور فقہ کی روشنی میں کیے جاتے تھے۔ مغلوں کے زوال کے 1860ء میں انڈین پینل کوڈ نافذ اور تدوین کے لئے گورنر جنرل ہند نے لارڈ میکالے کی سربراہی میں ایک کمیشن تشکیل دیا تھا۔ انگلینڈ میں آج بھی اور 1860ء میں بھی قانون توہین مسیح بطور common Law موجود تھا اور وہ انگلینڈ کے مجموعہ قوانین میں Blasphemy Act ہے۔ 1898ء میں دفعہ 124-A تعزیرات ہند میں شامل کی گئی۔ جس کے تحت حکومت برطانیہ کے خلاف منافرت پھیلانے یا توہین حکومت کے جرم کی سزا عمر قید مقرر کی گئی۔

اسی سال 1898ء میں ہی ایک دفعہ 153-A کا بھی اضافہ کیا گیا جس کا متن حسب ذیل ہے۔ ”جو کوئی الفاظ سے بذریعہ تقریر، تحریر، اشارات یا کسی دوسرے طریقے سے ہندوستان میں ہر مجسٹی کی رعایا کی مختلف جماعتوں میں دشمنی یا منافرت کے جذبات ابھارنے یا انہیں بھڑکانیکی کوشش کرے اسے دو سال قید تک سزایا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں۔“

حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے شاتمان کے خلاف مقدمات بھی اسی دفعہ (153-A) کے تحت قائم ہوئے۔ جس میں سب سے مشہور مقدمہ رنگیلا رسول کے ناشر راج پال کے خلاف اسی جرم کے ارتکاب پر رجسٹر ہوا۔

عدالت سیشن جج سے اسے سزا دی گئی مگر ہائی کورٹ نے اسے سزا نہ دی جس کے خلاف مسلمانان ہند میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور ہر پلیٹ فارم سے سخت احتجاج کیا گیا تا آنکہ غازی علم دین شہیدؒ نے راج پال کو موت کے گھاٹ اتار کر اسے توہین رسالت کی سزا دی اور خود زندہ جاوید ہو گیا۔

جب برٹش گورنمنٹ نے مسلمانوں کے جذبات کو دیکھا کہ اس دفعہ 153-A سے وہ



مجروح ہو رہے ہیں تو ان کی اشک شونی ایکٹ میں 1927ء میں Indian P.C میں شامل کیا گیا وہ دفعہ یہ ہے۔

”کوئی عملاً اور بدینتی سے تحریری، تقریری یا اعلانیہ طور پر ہرجسٹی کی رعایا کی کسی جماعت کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین یا توہین کی کوشش کرے کہ جس سے اس کے مذہبی جذبات مشتعل ہوں تو اسے دو سال تک قید جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں“ قیام پاکستان کے بعد 23 مارچ 1956ء کو ”ہرجسٹی کی رعایا“ کے الفاظ کو پاکستان کے شہریوں کے الفاظ سے تبدیل کر دیا گیا۔ 1961ء میں ایک ترمیمی آرڈیننس آیا مگر اس دفعہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

1980ء میں دوسرے ترمیمی آرڈیننس کے ذریعے 298-A کا اضافہ کیا گیا جو حسب ذیل ہے۔ ”جو کوئی تحریری، تقریری، اعلانیہ، اشارتاً یا کنایتاً بالوسطہ یا بلا واسطہ امہات المؤمنین یا کسی اہل بیت یا خلفاء راشدینؑ میں سے کسی خلیفہ راشد یا اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم کی بے حرمتی کرے ان پر طعنہ زنی یا بہتان تراشی کرے اسے تین سال تک کی سزا یا سزائے تازیانہ دی جائے گی یا دونوں سزائیں دی جائیں گی“ اس دفعہ میں امہات المؤمنینؑ اور اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم کی شان میں گستاخی کو تو قابل تعزیر گردانا گیا تھا مگر خود اس مقدس ہستی ﷺ جن سے نسبت کی وجہ سے ان کو یہ مرتبہ حاصل ہوا اس کی گستاخی کی کوئی سزا نہ تھی جس پر سپریم کورٹ کے ایڈوکیٹ جناب اسماعیل قریشی کی جانب سے 1984ء میں شریعت کورٹ میں petition دائر کی گئی۔

ابھی شریعت کوٹ میں فیصلہ نہ ہوا تھا کہ محترمہ آپاٹا رفاطمہ نے ملک کے سینئر علماء اور وکلاء کے توسط سے قومی اسمبلی میں توہین رسالت کے مجرم کے لئے سزائے موت کا بل پیش کیا۔ جسے فوجداری قانون ترمیمی ایکٹ نمبر 3 سال 1986ء کی صورت میں منظور کر کے تعزیرات پاکستان میں 295-C کی صورت میں نافذ کیا گیا جس کا متن یہ ہے! ”جو کوئی بھی عملاً، زبانی یا تحریری، طور پر یا بطور طعنہ زنی یا بہتان تراشی بالواسطہ یا بلا واسطہ اشارتاً یا کنایتاً محمد ﷺ کی توہین یا تنقیص یا بے حرمتی کرے وہ سزائے موت یا سزائے عمر قید کا مستوجب ہوگا اور اسے سزائے جرمانہ بھی دی جاسکتی ہے“۔ توہین رسالت ﷺ کے متذکرہ بالا بل میں اہانت رسول ﷺ کی سزا بطور سزائے موت کا مطالبہ کیا گیا تھا لیکن اس میں عمر قید بھی رکھی گئی جو قرآن و سنت کے منافی ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ نے 30 اکتوبر



1990ء کو C-295 میں ترمیم کر کے عمر قید کے الفاظ حذف کر دیئے اور اب یہ فیصلہ پی ایل ڈی میں شائع ہوا ہے (حوالہ 10 Page 1991-PLD-FSC)۔

جو قانون توہین رسالت اس وقت پاکستان میں رائج ہے وہ درحقیقت فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے مورخہ 30 اکتوبر 1990ء کی روشنی میں اور اس اعلیٰ عدالت کی ہدایت کے مطابق ترمیم کر کے نافذ کیا گیا ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ کا یہ فیصلہ عدالت کے پانچ فاضل جج صاحبان جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں نے مختلف مکاتب فکر کے چھ جید علمائے کرام (فقہاء) کی معاونت سے صادر کیا تھا۔

1۔ جناب چیف جسٹس گل محمد (سابق جج لاہور ہائی کورٹ)

2۔ جسٹس عبدالکریم خان کنڈی (سابق جج پشاور ہائی کورٹ)

3۔ جسٹس عبدالرزاق تھہیم (سابق جج کراچی ہائی کورٹ)

4۔ جسٹس عبادت یار خاں (سابق جج کراچی ہائی کورٹ)

5۔ جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خاں (پی ایچ ڈی اسلامی قانون)

ملک کی ایک اعلیٰ عدالت نے لاہور، کراچی اور اسلام آباد میں متعدد تاریخوں پر اس کی سماعت کی اور معاملے کا قرآن و سنت کی روشنی میں جائزہ لے کر ٹھنڈے دل سے یہ فیصلہ صادر کیا تھا کہ نبی اکرم ﷺ اور دوسرے تمام پیغمبروں کی شان میں گستاخی کے کلمات ادا کرنے والے بدقسمت شخص کی سزا، سزائے موت سے کم نہیں ہے اور جو کوئی عملاً زبانی یا تحریری طور پر یا بطور طعنہ زنی یا بہتان تراشی بالواسطہ یا بلاواسطہ اشارتاً یا کنایتاً حضور نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی توہین یا تنقیص یا بے حرمتی کرے وہ سزائے موت کا مستوجب ہوگا اور اسے سزائے جرمانہ بھی دی جائے گی اگر وہی اعمال اور چیزیں دوسرے پیغمبروں کے متعلق کہیں جائیں وہ بھی اسی سزا کے مستوجب جرم ہوگا۔

قرآن و سنت نے حد اور تعزیری سزاؤں کے لیے چند شرائط مقرر کی ہیں۔ اسلام نے ہی دنیا میں سب سے پہلے: نیت، ارادے اور قصہ یعنی Intention کو جرم کا بنیادی رکن بنایا ہے۔ دنیا کے کسی اور قانون میں نیت کو جرم کا جزو نہیں سمجھا جاتا۔ مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ارادہ اور نیت کو جرم اور ہر عمل کی بنیاد بنا کر انسان کو جزا اور سزا کا مستحق قرار دیا جو دنیا کے قانون و عدل میں سب سے



پہلا انقلابی اقدام ہے ”انما الا اعمال بالنیات“ وہ مشہور حدیث ہے جو تمام حدیث و فقہ کی کتابوں میں پیشانی کے جھومر کی حیثیت سے سب سے پہلے لکھی ہوتی ہے۔ اس دفعہ کو قرآن و سنت سے ہم آہنگ کرنے کے لیے دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا کہ اگر قصداً گستاخی کی ہو تو سزائے موت کا مستحق ہے مگر بلا ارادہ یا غلطی سے کوئی بات منہ سے نکل جائے تو ایسی صورت میں سزائے موت کی بجائے تعزیر جس میں کوڑوں کی سزا اور جرمانہ شامل ہو، دی جانی چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قانون توہین رسالت قرآن کی روشنی میں سورہ الکوثر میں ارشاد ہے ”اور بے شک تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔“

\* آپ کا مذاق اڑانے والوں سے نمٹنے کے لئے ہم خود ہی کافی ہیں (الحجر: ۹۵)\*۔ اور اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے۔ (سورۃ المائدہ: ۶۷)\*۔ اللہ ان کے مقابلے میں تمہاری حمایت کے لئے کافی ہے۔ (البقرہ: ۱۳۷) 1۔ (سورہ احزاب: ۵۷) بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی طرف پھٹکار ہے۔ اور ان کے لئے رسوا کن عذاب مہیا کر دیا گیا ہے۔

2۔ (الانفال: ۱۳) یہ حکم قتال اس لئے دیا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے تو بلاشبہ اللہ اس کے لئے نہایت سخت گیر ہے۔

3۔ (التوبہ: ۶۱) اور جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچانا چاہتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

4۔ (البقرہ: ۱۰۴) اے لوگوں جو ایمان لائے ہو، راعنا نہ کہا کرو بلکہ انظرنا یعنی ہماری طرف التفات کیجئے کہا کرو اور توجہ سے سنو۔ یہ کافر تو دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔

5۔ (سورۃ توبہ: ۶۵، ۶۶) اور اگر تم ان لوگوں سے پوچھو (ایسی باتیں کیوں کرتے ہو) تو یہ ضرور جواب میں کہیں گے کہ ہم نے تو یونہی جی بہلانے کو ایک بات چھیڑ دی تھی اور ہنسی مذاق کرتے تھے تم ان سے کہو کیا تم اللہ کے ساتھ اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہو؟ بہانے نہ بناؤ حقیقت یہ ہے کہ تم نے اقرار ایمان کے بعد پھر کفر کیا اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں تاہم ایک گروہ کو ضرور عذاب دیں گے اس لئے کہ وہ اصل مجرم ہیں۔



6۔ (الحجرات: ۲) اے اہل ایمان! اپنی آواز کو پیغمبروں کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ہی ان سے اونچی آواز میں بات کیا کرو۔ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے بات کیا کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

یہودی اور مسلمان کا تنازع:

(النساء: ۶۵)۔۔۔۔۔ پس اے محمد ﷺ! تمہارے رب کی قسم یہ کبھی بھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں تم کو یہ اپنا حاکم نہ مانیں اور پھر جو بھی آپ فیصلہ کر دیں اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ اس سے پورا پورا تسلیم کریں۔

حضور اکرم ﷺ کا یہودی کے حق میں فیصلہ: ایک منافق مسلمان حضرت عمرؓ کے پاس اس مقدمے کو لے گیا حضرت عمرؓ نے تصدیق کی کہ کیا حضور ﷺ نے اس کا فیصلہ یہودی کے حق میں کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس منافق کی گردن اڑادی۔ مقتول کے ورثاء نے حضرت عمرؓ کے خلاف قتل کا دعویٰ کیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت عمرؓ کو فاروق کا لقب عطا کیا گیا۔ قانون توہین رسالت، سنت کی روشنی میں اسلام کی مسلمہ تاریخ کی رو سے گستاخ رسول ﷺ کی سزا صرف اور صرف موت ہے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان کیا تھا سوائے گستاخان رسول ﷺ کے انکے بارے میں آپ ﷺ نے حکم دیا کہ لوگ خانہ کعبہ کے پردے میں بھی لپٹ جائیں تب بھی انہیں معاف نہ کیا جائے اور انہیں ہر صورت قتل کیا جائے۔ ابن خطل کو خانہ کعبہ کے پردے پکڑنے کی حالت میں ہی قتل کیا گیا۔ اسی طرح دو گستاخ رسول ﷺ عورتیں سارہ اور قریبہ بھی قتل کی گئیں۔ (تاریخ طبری ص ۱۰۴) اسی طرح 3 ہجری میں کعب بن اشرف ایک گستاخ رسول کو حضرت محمد بن مسلمہ کی قیادت میں ایک کمانڈو آپریشن کے ذریعے واصل جہنم کیا گیا (تاریخ طبری، ص ۲۱۳)۔

1۔ امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے ایک یہودی عورت کے بارے میں بتایا کہ وہ حضور ﷺ کی توہین کیا کرتی تھی ایک شخص نے اسے قتل کر دیا اور حضور ﷺ نے اس کے خون کا بدلہ قصاص و دیت کی صورت میں نہیں دلوا یا۔ (سنن ابی داؤد 6/2)

2۔ ایک شاعر جو کہ حضور ﷺ کو اپنے کلام کے ذریعے ہدف طعن تشنیع بناتا تھا اسے قتل کر دیا گیا (کتاب البخاری۔ باب المغازی، صفحہ: ۵۷۶، ۵۷۷)۔



3۔ ایک صحابیؓ نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والی عورت کو قتل کر دیا اور حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے تحقیق کی جب ثابت ہو گیا کہ وہ توہین کی مرتکب ہوتی تھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سب گواہ رہو اس کا قتل ضائع ہو گیا اس کا بدلہ نہیں دیا جائے گا۔ (سنن ابی داؤد) روایت ہے کہ حضرت عباسؓ نے اپنے ایک غلام کو جو گستاخ رسول تھا قتل کروا دیا (حدیث: ۹۷۰۴، صفحہ: ۳۰۷، جلد ۵: مصنف: عبدالرزاق)

ابن وہب نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ ایک راہب نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ جب اس کا پتہ ابن عمرؓ کو چلا تو آپؓ نے کہا کہ سامعین نے اس کو زندہ کیوں چھوڑا۔ (کتاب الشفاء قاضی عیاض) فتویٰ امام مالک:۔۔ ابن قاسم سے روایت ہے کہ امام مالک سے ایک نصرانی کے بارے میں فتویٰ طلب کیا گیا کہ اس دریدہ دہن نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے اس کو کیا سزا دی جائے۔ جس پر امام مالکؓ نے فتویٰ دیا کہ اس کی گردن اڑادی جائے۔

فتویٰ امام ابن تیمیہ:۔۔۔۔۔ امام ابن تیمیہ نے اپنی معرکہ الآراء تصنیف الصارم المسلمون علی شاتم الرسول میں فتویٰ دیا ہے کہ شاتم الرسول واجب القتل ہے اور اس کی توبہ اور معافی قابل قبول نہیں (ص: ۴۱، ۴۲)۔ کیونکہ وہ فساد فی الارض کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کی توبہ سے اس بگاڑ اور فساد کی تلافی اور ازالہ ممکن نہیں جو اس نے لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے اور اگر توبہ کی وجہ سے سزا نہ دی جائے تو بد بخت لوگوں کا جب جی چاہے گا توہین کریں گے اور لوگوں کے سامنے جھوٹی توبہ کر کے سزا سے بچ جائے گے۔

ناموس رسول ﷺ اسلام ہمارا طریق زندگی ہے جس کو ہم نے برضا و رغبت اختیار کیا ہے اس کی بنیاد کلمہ طیبہ ہے جس میں عقیدہ توحید کے ساتھ ساتھ عقیدہ رسالت کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی بدولت بھی معرفت الہی اور دین اسلام کی پہچان ممکن ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد بانی ہے:۔ (الاحزاب: ۲۱) ترجمہ: یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ اسلام کی اساسی تعلیمات میں آپ کی محبت و اطاعت لازم اور آپ کی نافرمانی اور اذیت دینے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ رحمت للعالمین ہیں اور آپ کی محبت و شفقت بے مثال رہی ہے اس لیے



آپ کو اختیار حاصل تھا کہ آپ ﷺ عفو و گزر کی مثال قائم کریں یا سختی کریں مگر امت مسلمہ کے کسی فرد کو یہ حق کبھی نہیں دیا گیا کہ وہ توہین رسالت کے ضمن میں معافی نامہ جاری کر سکے۔ امت کا مفاد اسی میں ہے کہ اس عظیم ترین محبوب و دو جہان ﷺ کی مرکزی شخصیت کے حقوق قائم رہیں اور افراد کی اصلاح کے لیے بھی ضروری ہے کہ اس مثالی شخصیت کے ساتھ عقیدت و محبت میں ذرہ برابر کمی نہ ہو۔

دردِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است

آبروئے مائِ ز نامِ مصطفیٰ است

مغرب روحانی اقدار سے بیگانہ ہو گیا ہے اور یہ زمانہ اپنی روح کے اعتبار سے مادے پر استوار عقلیت (Rationalism) کا شکار ہے

مسلمان بھی اسی مادی ماحول سے متاثر ہو کر ایمان کو اپنے جلیل القدر رب العالمین اور حضور اقدس ﷺ کے احکام کی روشنی میں پرکھنے کی بجائے یورپی مادی عقلیت کے میزان میں تولتے ہیں اور اپنی غیرت و خودداری سے غافل ہو جاتے ہیں اسی لئے علامہ اقبالؒ نے فرمایا!

اے تہی از ذوق و شوق و سوز و درد

می شناسی عصر ما با ما چه کرد

عصر ما ما را ز ما بیگانہ کرد

از جمالِ مصطفیٰ بیگانہ کرد

اے عشق و محبت اور سوز و درد، عشق سے تہی دامن مسلمان! تمہیں کچھ خبر ہے کہ زمانے نے میرے ساتھ کیا کیا۔ میرے زمانے نے مجھے مجھ سے اور میری خودی سے غافل کر دیا اور حد تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کے عشق سے بھی بیگانہ کر دیا۔ اس غفلت کی پیدا کردہ محرومی کا مداوا یہی ہے کہ امت کی روحوں میں سوز و عشقِ مصطفیٰ کی تپش تیز کر دی جائے۔

عشق رسول ﷺ لازمہ ایمان ہے اور ہر مسلمان کے رگ و پے میں خون کی طرح جاری و ساری ہے۔ حقیقی مسلمان کبھی بھی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی دریدہ دھن حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو۔ تاریخ زندہ مثالوں سے بھری پڑی ہے چاہے وہ صحابہ کا دور ہو یا امت کے زوال کا دور، ناموس رسالت ﷺ کے باب میں امت حد درجہ حساس رہی ہے اور والہانہ عقیدت سے سرشار



رہی ہے۔ اس لیے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ نظریاتی سرحدوں کی بھی اسی طرح حفاظت کی جائے جس طرح جغرافیائی حد بندیوں کی کی جاتی ہے۔

اور معاشرے کا استحکام بھی تبھی ممکن ہے کہ شر پسند عناصر جو توہین رسالت کے مرتکب ہوں ان کے لیے سخت ترین قانون موجود ہو کیونکہ دنیا کے ہر قانون میں ہتک عزت کا قانون موجود ہے تاکہ وطن عزیز فتنہ و فساد سے پاک رہ سکے۔

اگر یہ قانون موجود نہ ہو تو پھر مجرموں اور ان کے خلاف مشتعل ہونے والے مدعیوں پر عدالت کے دروازے بند ہو جائیں گے جس کی وجہ سے ہر کوئی قانون اپنے ہاتھوں میں لے کر مجرموں سے انتقام لے گا۔

جس سے ملک میں انار کی پھیلے گی اور یہ ملکی سلامتی کے لیے انتہائی خطرناک ہوگا۔ جہاں تک قانون توہین رسالت کے غلط استعمال کا تعلق ہے تو یہ غلط استعمال تو تمام قوانین میں خرابی اور سقم موجود ہے اور انہیں غلط طور پر استعمال کیا جا رہا ہے مثلاً محض FIR کاٹنے پر ملزم کو جیل بھیج دیا جاتا ہے۔ جبکہ اسلامی عدالتی نظام میں اس کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔

لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن و سنت کی واضح تعلیمات پر مبنی قوانین کا نفاذ کیا جائے جن برگزیدہ ہستیوں کی بدولت یہ دنیا حق پرستی و عدل و انصاف جیسی قدروں سے آشنا ہوئی انکی شان میں گستاخی کو کوئی مذہب، معاشرہ برداشت نہیں کر سکتا۔

اور جب بات حضور نبی کریم ﷺ کے احترام کی ہو جو آج بھی اس گئے گزرے دور میں اُمت کو متحد رکھنے کا آخری سہارا ہے اور جن کے بارے میں اقبال فرماتے ہیں:

یا رحمتہ للعالمین! آپ ﷺ کی تشریف آوری سے زندگی اپنے شباب کو پہنچی۔ آپ ﷺ مقصود کائنات ہیں جب سے آپ ﷺ کے مبارک چہرے پر نظر پڑی ہے آپ مجھے ماں باپ سے زیادہ محبوب ہو گئے ہیں۔

آئیے اپنے محبوب دو جہاں ﷺ کی ناموس کے تحفظ کے لئے زندہ و بیدار ہو جائیں اور اپنی ایمانی غیرت اور زندگی کا ثبوت دیتے ہوئے قانون توہین رسالت کا تحفظ کریں۔



## خاموش، راز دارانہ خودکشی

(اور یا مقبول جان)

اگر تم نے بچے زیادہ پیدا کئے تو اس دنیا پر ایک دن ایسا آ جائے گا کہ لوگوں کو کھانے کو کچھ بھی میسر نہ ہو سکے گا بلکہ اتنا کم ہوگا کہ عین ممکن ہے وہ ایک دوسرے کو ذبح کر کے پیٹ کی آگ بجھانے لگیں۔ زمین کی پیداواری صلاحیت محدود ہے جبکہ انسانوں کی آبادی جس لامحدود رفتار سے بڑھ رہی ہے تو پھر ایک دن انسانوں کیلئے زندگی گزارنا مشکل ہو جائے گا۔ ان خیالات کا اظہار اور خالق کائنات کے ابدی نظام رزق جس کا اس نے دعویٰ کیا ہے کے خلاف اعلان جنگ ایک برطانوی معیشت دان تھامس رابرٹ مالتھس نے کیا۔ یہ دعویٰ اور نظریہ پہلی دفعہ اس کے مضمون ”آبادی کے اصول“ میں 1798ء میں سامنے آیا۔ پھر اس نے 1826ء تک اس مضمون کے چھ مختلف ترمیم شدہ ایڈیشن شائع کئے اور ہر دفعہ اپنے اس نظریہ کے خلاف اٹھنے والے سوالات کا جواب دیا۔ آبادی اور زمین کے پیداواری وسائل کے حوالے سے اس کا یہ کلیہ دو صدیوں تک معیشت دانوں میں زبان زد عام رہا کہ وسائل ایک، دو، تین اور چار کی رفتار سے بڑھتے ہیں جبکہ آبادی دو، چار، آٹھ اور سولہ کی رفتار سے بڑھ رہی ہے۔ 13 فروری 1766ء میں انگلینڈ کے شہر سرے میں پیدا ہونے والا مالتھس 68 سال زندہ رہنے کے بعد 23 دسمبر 1834ء میں فوت ہو گیا زندگی کے آخری ایام تک وہ دنیا کی آبادی کو کم کرنے کے نسخے بتاتا رہا اس نے بتایا کہ انسانی جان کو اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی روک لینا چاہئے ورنہ آبادی کو کم کرنا بہت مشکل اور انسانیت دشمن عمل ہوگا۔ اس نے احتیاطی تدابیر میں چھ چیزیں گنوائیں۔ اس نے کہا پیدائش پر کنٹرول کرنے کیلئے کوئی دوا ایجاد کی جائے، اسقاط حمل کر دیا جائے، جسم فروشی کی حوصلہ فزائی ہو، شادی دیر سے کرنے کا قانون بنایا جائے اور ممکن ہو تو غیر شادی شدہ زندگی کے گن گائے جائیں تاکہ لوگ اس آزاد قسم کی زندگی گزارنے کی طرف مائل ہوں۔ چونکہ وہ خود ایک چرچ کا پادری تھا اس لئے اس نے اپنے نظریے میں مذہبی عقلیت پسندی سے دلائل بھی دیئے اس نے کہا کہ اللہ نے آبادی کی اخلاقی ذمہ داریاں رکھی ہیں اسی لئے غربت اور بھوک پیدا کی تاکہ لوگ خدا کو یاد کریں اگر آبادی اور پیداواری



وسائل ایک جیسے ہوتے تو آدمی وحشیانہ دور سے آگے نہ بڑھتا، اسی لئے انسان کا مقصد وسائل کے مطابق آبادی کو گھٹانا ہے تاکہ دنیا خوبصورت ہو سکے۔

ماٹھس تو مر گیا لیکن دنیا بھر کے معیشت دانوں اور سیاسی رہنماؤں نے اس کی بات پلے باندھ لی اور پھر سائنسی ایجادات کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو گیا مانع حمل ادویات سے لے کر نس بندی تک اور آپریشن کا جال پوری دنیا میں پھیلا دیا گای دنیا کے ہر ملک کے لوگوں کو بھوک، بیماری، اور غربت کے خوف سے ایسے ڈرایا گیا جیسے آبادی بڑھی تو اس کائنات کے مالک کے رزق کے خزانوں میں کمی آجائے گی اور وہ خوراک مہیا نہیں کر سکے گا جس کا وہ دعویٰ کرتا ہے بس پھر کیا تھ دنیا بھر میں چھوٹے کنبے کا رجحان شروع ہوا۔ دنیا کے ہر مذہب کے علماء نے اس کے حق میں فتوے اور تقریریں کیں، کتابیں لکھیں، اسلام کے ماننے والے بھی پیچھے نہ رہے، اس کائنات کی رزاقی کا نظام منصوبہ بندی سے چلانے کا مکمل بندوبست کیا گیا لیکن اس ساری محنت اور لگن میں وہ یہ بھول گئے کہ آبادی پر کنٹرول کے یہ طریقے دو ایسی قباحتیں جنم دے رہے ہیں جن کا علاج ان کے بس کی بات نہ ہوگا ایک یہ کہ اگر جنسی تعلق صرف ایک دوا استعمال کرنے سے خفیہ رکھا جاسکتا تو اخلاقیات کے تمام اصول پاؤں تلے روندے جانے لگے اور دوسرا یہ کہ لوگوں نے سوچا کھاؤ پیو اپنی زندگی گزارو، کیا ضرورت ہے آئندہ نسل پیدا کرنے اور عذاب سہنے کی یوں مدتوں یہ دونوں رویے انسانوں خصوصاً مغربی اور ترقی یافتہ ملکوں میں ایسے عام ہوئے کہ انہیں خبر تک نہ ہو سکی کہ وہ اپنی پوری قوم کی موت کے پروانوں پر روز ایک نیا دستخط ثبت کر رہے ہیں اور آج بحیثیت قوم وہ ایک اندوہناک موت کی جانب سے بڑھ رہے ہیں یہ موت صرف نسلوں کے مکمل طور پر خاتمے کی موت ہی نہیں بلکہ خاندانی زندگی، اخلاقی اقدار، نسلی تسلسل اور انسانی زندگی کی پاکیزگی اور طہارت کے طور پر خاتمے کی موت ہے۔

گذشتہ دو سالوں سے ماہرین اس خطرناک اور آہستہ آہستہ قریب آتی قوموں کی موت میں 15 ممالک کی نشاندہی کرتے رہے ہیں جن میں جرمنی، جاپان، سویڈن، ناروے، آئس لینڈ اور ہالینڈ وغیرہ شامل ہیں یہ وہ تمام ممالک ہیں جہاں نوجوانوں اور نوزائیدہ بچوں کی تعداد اس قدر کم ہوتی جا رہی ہے کہ ان کا نظام شہریت چلانا تک مشکل ہو رہا ہے بحیثیت قوم جن دو قوموں پر آبادی کی کمی وجہ سے زوال آئے گا ان میں جاپان اور جرمنی سرفہرست ہیں اس دفعہ کے عالمی رسالے اکنامسٹ نے جاپان کے اس ایسے پرچودہ صفحات پر مشتمل رپورٹ شائع کی ہے اس رپورٹ کے مطابق جاپان اب دن بدن بوڑھے لوگوں کا ملک بنتا جا رہا ہے اور کام کرنے والے نوجوان جنہوں نے کبھی ستر کی دہائی میں



جاپان کو عالمی معاشی طاقت بنا دیا تھا اب نظر نہیں آتے، رسالے نے ایک جزیرے ہو کی کیڈر کا نقشہ کھینچا ہے جہاں چالیس سال قبل ایک لاکھ بیس ہزار لوگ رہتے تھے اور اب وہاں صرف گیارہ ہزار لوگ ہیں جن میں سے چھ ہزار کے قریب ایسے ہیں جو 65 سال سے زیادہ عمر کے ہیں یوں ایک بوڑھے کو سنبھالنے کے لئے ایک نوجوان بھی موجود نہیں آبادی کی یہ خاموش اور آہستہ آہستہ خودکشی جنگ عظیم دوم کے بعد کی دہائی میں شروع ہوئی جب امریکہ نے اس ملک کا انتظام سنبھالا۔

1947 سے 1957 تک مانع حمل ادویات اس طرح تقسیم کئے گئے کہ یوں لگتا تھا وہاں ایک ٹڈی دل نے حملہ کر دیا ہو، آبادی کی رفتار یکدم رک گئی۔ لیکن نوجوان اور بچے موجود تھے جنہوں نے محنت سے جاپانی قوم کو آگے بڑھایا۔ کام کرنے والے نوجوانوں کی یہ تعداد 70 کی دہائی تک سات کروڑ پچاس لاکھ کے قریب تھی اور 1995 کو اس نے اپنی انتہا کو چھوا اور یہ آٹھ کروڑ ستر لاکھ تھی۔ اب اس خاموش زہر کا اثر سامنے آنے لگا یہ سب لوگ یعنی جو جنگ عظیم کے آس پاس پیدا ہوئے تھے وہ ساٹھ سال کی عمر تک پہنچنے لگے اور ان کی جگہ لینے کے لئے نوجوان نسل موجود نہ تھی ان دنوں آبادی کی جو رفتار چل رہی ہے اس پرستم یہ کہ ان دو کروڑ لوگوں کو آٹھ کروڑ بوڑھوں کو سنبھالنا اور ان کے لئے کمانا بھی ہوگا۔ اس وقت جاپان کی معیشت پر ان بوڑھوں کو پینشن دینے انہیں اداروں میں پناہ دینے پر اس قدر خرچ ہو رہا ہے کہ اس کی بہت سی میونسپل کمپنیاں دیوالیہ ہوتی جا رہی ہیں اس وقت دنیا کے ماہرین یہ اندازہ لگا رہے ہیں کہ مغربی ممالک اور جاپان وغیرہ میں آبادی کا یہی حال رہا تو آگے تیس سال بعد دنیا کی معیشت پر برازیل، انڈونیشیا، بھارت، میکسیکو اور ترکی کا قبضہ ہوگا اور وجہ یہ ہوگی کہ وہاں کرنے کے قابل لوگوں کی وسیع تعداد موجود ہے دنیا میں دو سو سال قبل برطانیہ، ہالینڈ، پرتگال اور سپین نے بھی دنیا پر حکومت اور ترقی آبادی کے بل بوتے پر کی اور آج بھی یہی کلیہ ثابت ہو رہا۔

لیکن کوئی یقین کرنے کو تیار ہی نہیں کہ اس کائنات کا مالک جب ایک روح کو اس دنیا پر بھیجتا ہے تو وہ اس کے رزق کا بندوبست کر کے بھیجتا ہے لیکن ہم ہیں کہ سمجھتے ہیں کہ نہیں یہ سارے بندوبست ہم خود کرتے ہیں اور پھر اس بندوبست کا جو حشر ہوتا ہے اس پلاننگ کا جو نتیجہ نکلتا ہے اس خودکشی سے جو زوال آتا ہے وہ آج سب کے سامنے ہے مغرب کو اب کسی بیرونی خودکش بمبار کی ضرورت ہی نہیں۔ اس کے اندر سے لاکھوں خودکش بمبار کس آہستگی، خاموشی اور رازدارانہ طریقے سے مانع حمل کی خودکش جیکٹوں سے قوم کی موت تحریر کر رہے ہیں۔



# حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کا دلچسپ مکالمہ

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ سے کچھ سوالات کیے اور حضرت حسنؓ نے اپنے والد گرامی کو ان سوالات کے جواب پیش کیے۔ ”حلیۃ الاولیاء، اور المعجم الکبیر“ میں اس واقعہ کو یوں نقل کیا گیا ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اے میرے بیٹے! درستگی کا راستہ کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: برائی کو نیکی کے ذریعہ ختم کرنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: شرافت کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: کھانا تو گھر والوں کے لیے بنائے لیکن خیال سب کا رکھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: سخاوت کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: مال داری اور تنگدستی دونوں حالتوں میں خرچ کرنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کمینہ پن کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: آدمی اپنے مال کو تو بچا کر رکھے لیکن اپنی عزت کو برباد کر دے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: بزدلی کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: دوست کو بہادری و جرأت دکھانا اور دشمن سے دامن بچاتے پھرنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: غنی و مال داری کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: نفس کا اللہ کی تقسیم پر راضی رہنا خواہ اسے دنیا تھوڑی ہی کیوں نہ ملی ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: بردباری کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: غصہ کو پی جانا اور نفس پر قابو رکھنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: سب سے بڑی رکاوٹ کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: بہادر لوگوں کی سختی اور بڑے لوگوں سے جھگڑا۔



حضرت علی رضی اللہ عنہ: ذلت کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: صدمہ کے وقت برداشت سے کام لینا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: نادانی کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: فضول گفتگو میں مشغول ہونا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: بزرگی کس چیز کا نام ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: لوگوں کے تاوان و واجبات ادا کرنا اور جرم کو معاف کرنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: سرداری کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: اچھے کام کرنا اور برے افعال سے اجتناب کرنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: بے وقوفی کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: گھٹیا لوگوں کی اتباع اور سرکش لوگوں کی محبت۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: غفلت کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: مسجد کو چھوڑ دینا اور برے لوگوں کی اطاعت کرنا۔

(حلیۃ الاولیاء، ج: ۲، ص: ۳۲ و المعجم الکبیر،

ج: ۳، ص: ۶۸)

ماہنامہ ملیہ کیلئے مضامین بھیجنے والے حضرات متوجہ ہوں!

ہمارا E-Mail ایڈریس تبدیل ہو گیا ہے۔ براہ کرم آئندہ

milliafsd@yahoo.com

رابطہ کے لئے استعمال کریں۔

رسالہ کے صفحات آپ کی نگارشات کیلئے حاضر ہیں

برائے مہربانی اپنے مضامین ان پیج (INPAGE) میں ٹائپ کروا کر ہماری ای

میل milliafsd@yahoo.com پر اس ان پیج فائل کو Attach کر کے بھیجوائیں۔



کائنات کی تخلیق کے سلسلہ میں فلسفہ قدیم اور سائنسی نظریات کی تردید اور اسلامی نظریہ تخلیق کائنات کا اثبات و احقاق

قسط 7

حذیفہ وستانوی

نقل المسیح پانچ سو سے لے کر بیسویں صدی تک کائنات کے بارے میں مشہور فلسفیات

وسائنسی نظریات کی نقل تردید اور اسلامی نظریہ تخلیق کائنات کا قرآن وحدیث اور علماء

حق کے اقوال کی روشنی میں مدلل اثباتی بیان

فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ.

پھر کہا اس کو اور زمین کو آؤ تم دونوں خوشی سے یا زور سے وہ بولے ہم آئے خوشی ☆

نظام کائنات ☆ یعنی ارادہ کیا کہ ان دونوں (آسمانوں اور زمین) کے ملاپ سے دنیا بسائے۔ خواہ اپنی طبیعت سے ملیں یا زور سے ملیں (بہر حال دونوں کو ملا کر ایک نظام بنانا تھا) وہ دونوں آملے اپنی طبیعت سے آسمان سے سورج کی شعاع آئی، گرمی پڑی، ہوائیں اٹھیں، ان سے گرد اور بھاپ اوپر چڑھی پھر پانی ہو کر مینہ برسا جس کی بدولت زمین سے طرح طرح کی چیزیں پیدا ہوئیں اور پہلے جو فرمایا تھا کہ ”زمین میں اس کی خوراکیں رکھیں“ یعنی اس میں قابلیت ان چیزوں کے نکلنے کی رکھ دی تھی۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر عثمانی)

زمین و آسمان کو اللہ تعالیٰ کا حکم: جو تاثیر اور تاثر میں نے تمہارے اندر پیدا کیا ہے اس کو لے کر آ جاؤ اور جو مختلف اوضاع اور طرح طرح کی کائنات تمہارے اندر میں نے ودیعت کر دی ہیں ان کو ظاہر کرو۔ یا یہ مطلب ہے کہ جس چیز کو میں تمہارے اندر سے پیدا کرنے والا ہوں اس چیز کو نمودار کر دو۔

طاؤس نے حضرت ابن عباسؓ کا تفسیری قول اس طرح نقل کیا ہے میں نے بندوں کی مصلحت کے لئے جو منافع تم دونوں کے اندر پیدا کئے ہیں ان کو ظاہر کرو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ نے آسمان سے ارشاد فرمایا اے آسمان اپنے سورج چاند اور ستاروں کو نمودار کر اور اسے زمین اپنے اندر دریاؤں کو رواں اور درختوں اور پھلوں کو برآمد کر۔



طُوعاً أَوْ كَرْهاً: چارونا چار حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ نے آسمان وزمین سے ارشاد فرمایا، میں نے جو حکم تم کو دیا ہے اس کی تعمیل کرو ورنہ میں تم کو مجبور کر کے اپنے حکم کی تعمیل کراؤں گا۔ آسمان وزمین نے اس کے جواب میں کہا۔

قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ: دونوں نے کہا ہم بخوشی حاضر ہیں۔ طَائِعِينَ جمع مذکر کا صیغہ استعمال کیا۔ طَائِعَتَيْن ب صیغہ مؤنث نہیں فرمایا اس لئے کہ حکم کی اطاعت کا قول کرنے والے آسمان وزمین اور ان کی ساری کائنات تھی اس لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا اور جب آسمان وزمین کی طرف قول کی نسبت کی اور قول کی نسبت ذی عقل کی طرف کی جاتی ہے اس لئے آسمان وزمین کو ذی عقل مان کر وہ صیغہ استعمال کیا جو ذی عقل کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ کلام مثنیٰ براستعارہ ہے (حقیقی قول مراد نہیں ہے)۔

أَتَيْنَا سے مراد ہے قدرت کاملہ کا اظہار اور مراد خداوندی کا یقینی وقوع اور اتینا سے مراد فوراً متاثر ہو جانا جس طرح حاکم و فرماں روا کے حکم کی تعمیل فرماں بردار فوراً کرتا ہے اسی طرح آسمان وزمین نے فرمان پذیری کا مظاہرہ کیا آیت ”كُنْ فَيَكُونُ“ میں بھی یہی فوری فرمان پذیری ہی مراد ہے۔ (تفسیر عثمانی)

فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ

پھر کر دیے وہ سات آسمان دو دن میں ☆

تعیین ایام کی احادیث ☆ یعنی چار دن وہ تھے اور دو دن میں آسمان بنائے کل چھ دن ہو گئے، جیسا کہ دوسری جگہ ”سِتَّةَ أَيَّامٍ“ کی تصریح ہے (تنبیہ) جن احادیث مرفوعہ میں تخلیق کائنات کے متعلق دونوں کی تعیین و ترتیب آئی ہے کہ فلاں فلاں چیز اللہ نے ہفتہ کے فلاں فلاں دن میں پیدا کی ان میں کوئی حدیث صحیح اب تک نظر سے نہیں گزری حتیٰ کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے متعلق جو صحیح مسلم میں ہے۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں ”وہو من غرائب الصحيح وقد علله البخاری فی



التاریخ فقال رواه بعضهم عن ابی هريرة عن كعب الاحبار وهو الاصح “اور روح المعانی میں فقال شافعی سے نقل کیا ہے ”تفرد به مسلم وقد تكلم عليه الحفاظ على ابن المدینی والبخاری وغيرهما وجعلوه من كلام كعب وان اباهريرة انما سمعه منه ولكن اشبهه على بعض الرواة فجعله مرفوعاً۔

تخلیق زمین و آسمان میں تقدیم و تاخیر کا مسئلہ: باقی قرآن کریم کی اس آیت اور سورہ بقرہ کی آیت ”ثُمَّ اسْتَوٰی اِلٰی السَّمَاءِ فَسَوَّھُنَّ سَبْعَ سَمَواتٍ“ سے جو ظاہر ہوتا ہے کہ سات آسمان زمین کی پیدائش کے بعد بنائے گئے اور سورہ ”نازعات“ میں ”وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحَّھَا“ سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین آسمان کے بعد بچھائی گئی۔ اس کے جواب کئی طرح دیئے گئے ہیں۔

احقر (شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی) کو ابو حیان کی تقریر پسند ہے یعنی ضروری نہیں کہ پہلی آیت میں ”ثُمَّ“ اور دوسری میں ”بَعْدَ ذٰلِكَ“ تراخی زمان کے لئے ہو۔ ممکن ہے کہ ان الفاظ سے تراخی فی الاخبار یا تراخی رتبی مراد لیں جیسے ”ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ“ یا دوسری جگہ میں ”عُتِلَّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٌ“ میں یہی معنی مراد لئے گئے ہیں۔ بہر حال قرآن کریم میں ترتیب زمانی کی تصریح نہیں۔

ہاں نعمت کے تذکرہ میں زمین کا اور عظمت و قدرت کے تذکرہ میں آسمان کا ذکر مقدم رکھا ہے جس کا نکتہ ادنیٰ تا مل و تدبر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ تفصیل کا یہاں موقع نہیں یہ چند الفاظ اہل علم کی تنبیہ کے لئے لکھ دیئے ہیں۔

(تفسیر عثمانی۔ بحوالہ گلدستہ تفاسیر جلد ۶ ص ۲۹۶ تا ۲۹۹)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سرسید سے آپ کی ہونے والی تخلیق کائنات کے بارے میں خط و کتابت میں سرسید کے مغرب سے متاثر ہو کر کائنات کے سلسلہ میں جو نظریات پائے جاتے تھے

تحریر فرماتے ہیں: کہ ہماری عقل اور دانش ہی کیا ہے جس کی پتی خدا کی مصنوعات میں رائے لگانے کو تیار ہوں، ہمارے وجود میں جس قدر اجزاء بدن ہیں ان کی حقیقت اور ان کی غرض



آج تک ہم کو معلوم نہیں ہوئی، اور اگر ایک دو کی نسبت کوئی سخن ناتمام کسی نے کہہ بھی لی تو کیا ہوا؟ اس سارے عالم کے اجزاء اور ارکان ہم کو کیا معلوم ہوں گے؟ اور پھر ان کے حقائق اور اغراض کی کیا اطلاع ہوگی؟ اور آگے تحریر فرماتے ہیں: کہ پھر زمین بالکل ساکن ہی ہے؟ یا کوئی حرکت اس کی بھی ہے؟ اور کواکب میں آبادی بھی ہے یا نہیں؟ اور زمین ٹھوس ہے یا اس کے نیچے میں کچھ خلویا آبادی بھی ہے؟ اور آسمان محیط عالم کرومی یا بیضوی ہے؟ یا مثل پختہ سطح ہے؟ ایک وسیع چیز اور سیارہ میں سے ہر ایک کے لئے آسمان ہے یا ایک ہی زمین مرکوز ہیں؟ یا کسی میں مرکوز نہیں؟ تو ان میں افلاک کی جزئی ہیں یا آسمان کا ٹخن؟ ایک جسم سیال ہے اور اسی وجہ سے کواکب اس طور سے متحرک ہیں کہ قرب و بعد مشہود صحیح ہو جاتا ہے؟ اور بایں ہمہ مثل آب حوض کہ باوجود متحرک وسیلان کے مجموعہ کا چیز وہی رہتا ہے آسمان بھی اپنے چیز سے نکل نہیں جاتا؟

اور ایسی ہی یہ بات کہ کواکب تمام بالذات روشن ہیں یا بالعرض؟ یہ ساری باتیں ہماری توجہ تو غل کی قابل نہیں، کیوں کہ امکان ہر طرح کا ہے اور مخبر صادق کی طرف سے کوئی تصریح نہیں۔ (تصفیۃ العقائد: ۴۶ اور ۴۹)

یہ تھی کائنات کے سلسلے میں حقیقی اور قطعی فیصلے اسی پر امت کا اجماع ہے کسی بھی مسلمان کے لیے قرآن کی اتنی تفصیل کے بعد انکار کی کوئی گنجائش نہیں ویسے تو یہ موضوع بڑا طویل الذیل ہے مگر ہم نے صرف اور صرف قطعی بیانات پر اختصار کے ساتھ بیان کرنے کا ارادہ کیا تھا، لہذا ہوشمند کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

اب آئیے قرآن و حدیث کی اس صریح گفتگو کے بعد دوبارہ سائنس کی طرف آتے ہیں کہ جدید سائنسی معلومات نے کائنات کے نظام کے کتنے حیرت انگیز اسرار سے پردہ اٹھایا ہے جو شہد شاہد مِّنْ اٰہْلِہَا کے مترادف ہے۔

کائنات کا حیرت انگیز نظام اللہ کے خالق اور رب ہونے پر گواہ ہے:

قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ”سَنُرِيْہُمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْ اَنْفُسِہُمْ حَتّٰی یَتَبَيَّنَ لَہُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ“ کہ عنقریب ہم تمہیں اپنی نشانیاں آفاق میں (یعنی کائنات میں) اور خود تمہاری ذات میں دکھائیں گے۔



فیصل آباد  
پاکستان

# ماہنامہ علمی ملیہ

بفیض

حضرت سید نفیس الحسنی  
شاہ صاحب رحمہ اللہ

بیاد

حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانوی  
خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رانی پوری

- عصر حاضر کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ۔
- اس میں وہ سب کچھ جس سے ہر ایک مسلمان کا باخبر رہنا ضروری ہے۔
- تاریخی حقائق سے مزین علمی مقالہ جات
- بے لاگ تبصروں اور تحقیقاتی تجزیوں سے بھرپور
- نقطہ نظر کا کالم ہر لکھنے والے کے لئے
- طلباء، خواتین اور بچوں کے خصوصی صفحات
- حصہ شعر و سخن۔ جس میں حمد و نعت، نظم اور غزل۔
- آپ کے مسائل اور ان کا حل

پاکستان میں سالانہ 200 روپے

بیرون ملک سالانہ بذریعہ ہوائی ڈاک 40 امریکی ڈالر

- دینی مدارس کے طلباء اور اساتذہ کیلئے خصوصی رعایت

محکمہ خالصہ کالج فیصل آباد  
فون 041-8711569

ماہنامہ علمی ملیہ جامعہ ملیہ اسلامیہ

رابطہ کیلئے

E-mail: milliafsd@yahoo.com



MONTHLY  
MAGAZINE

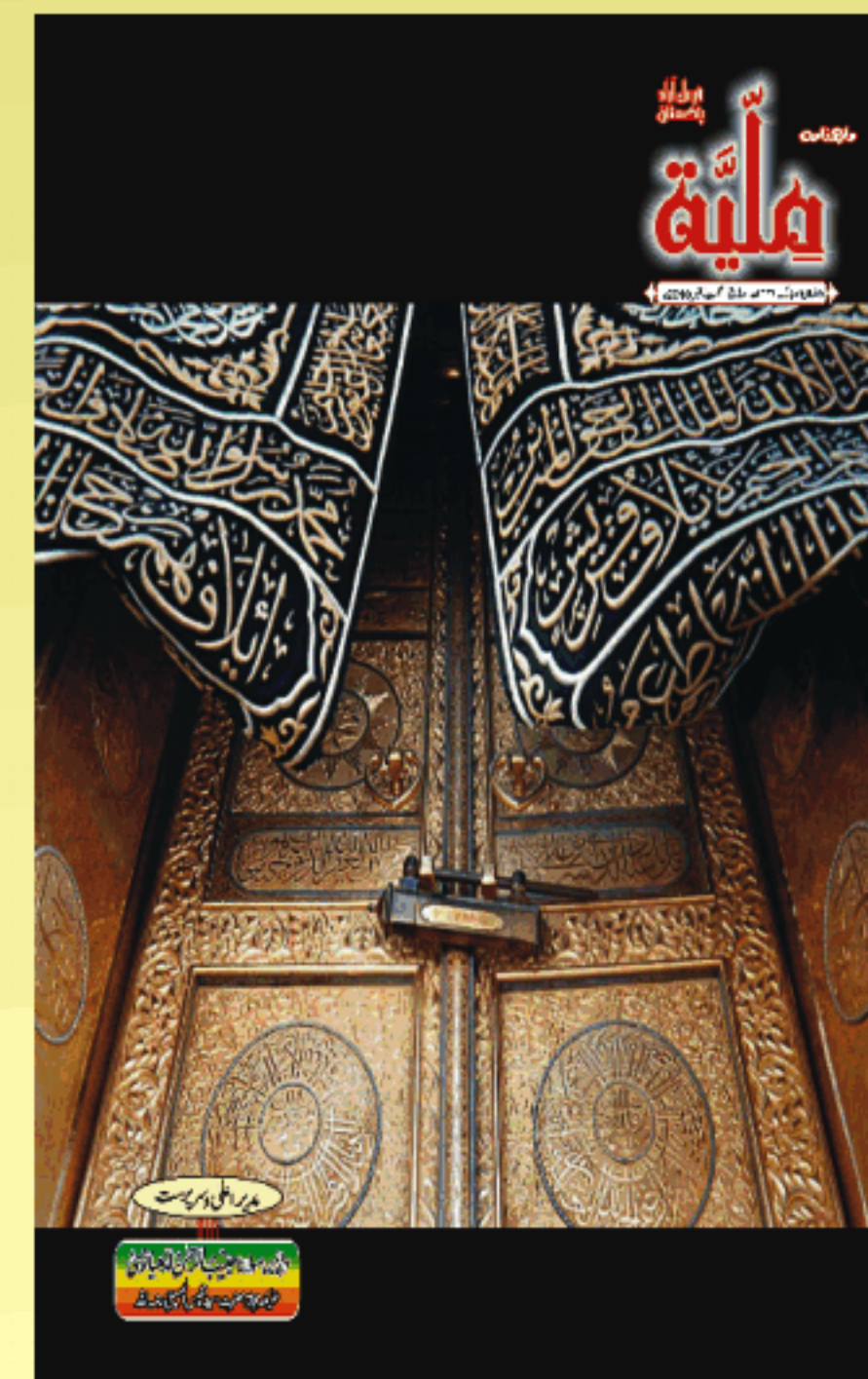
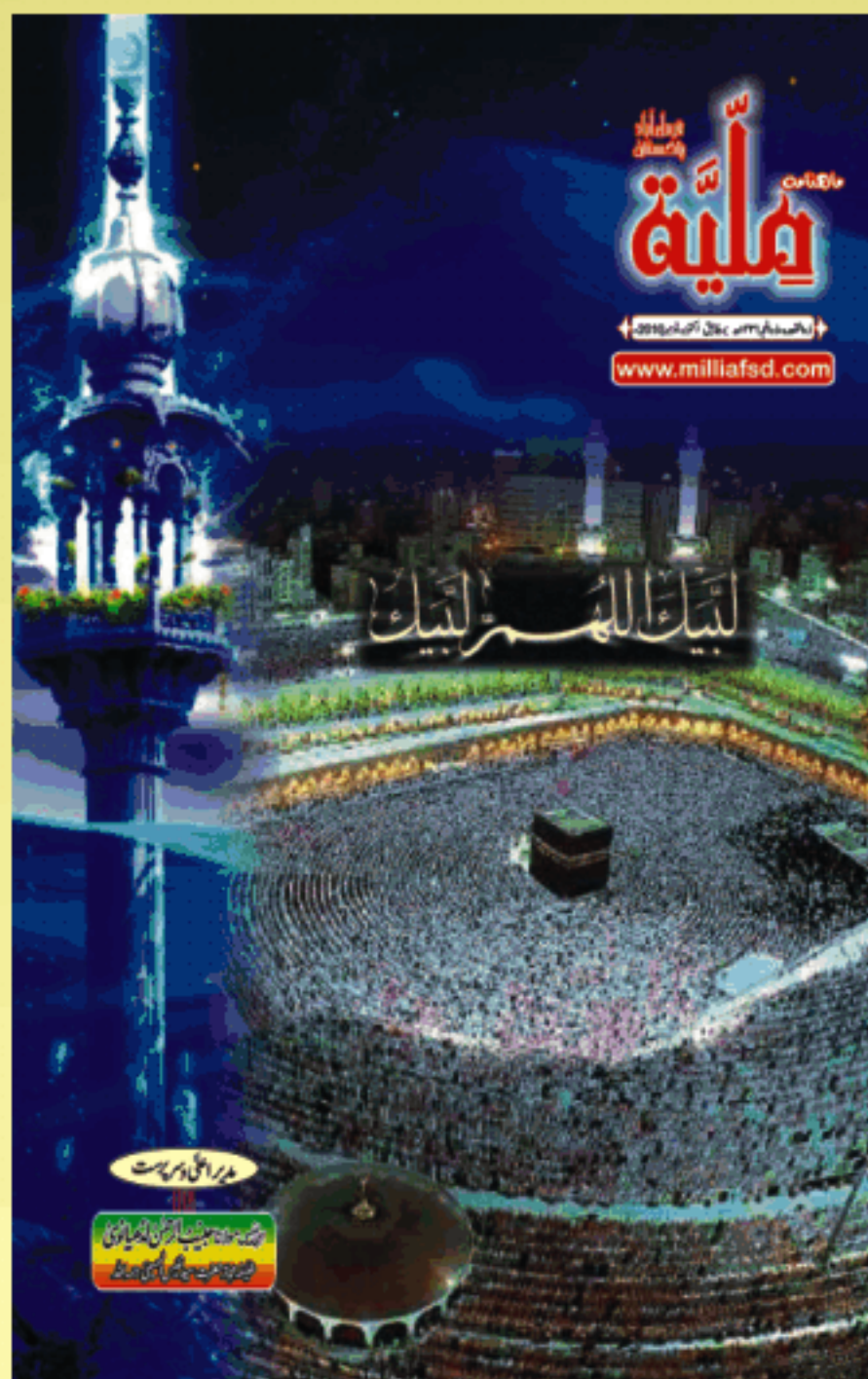
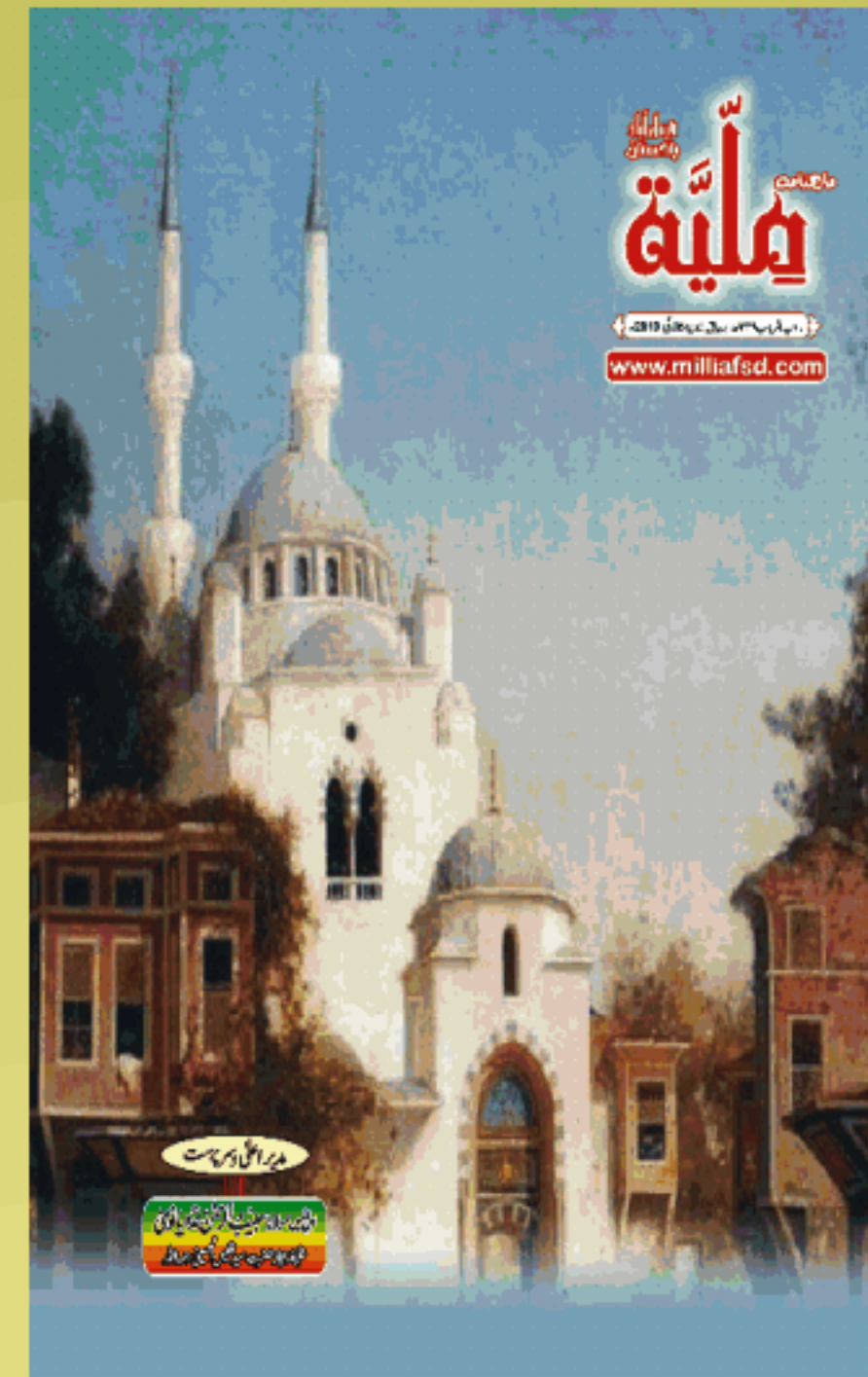
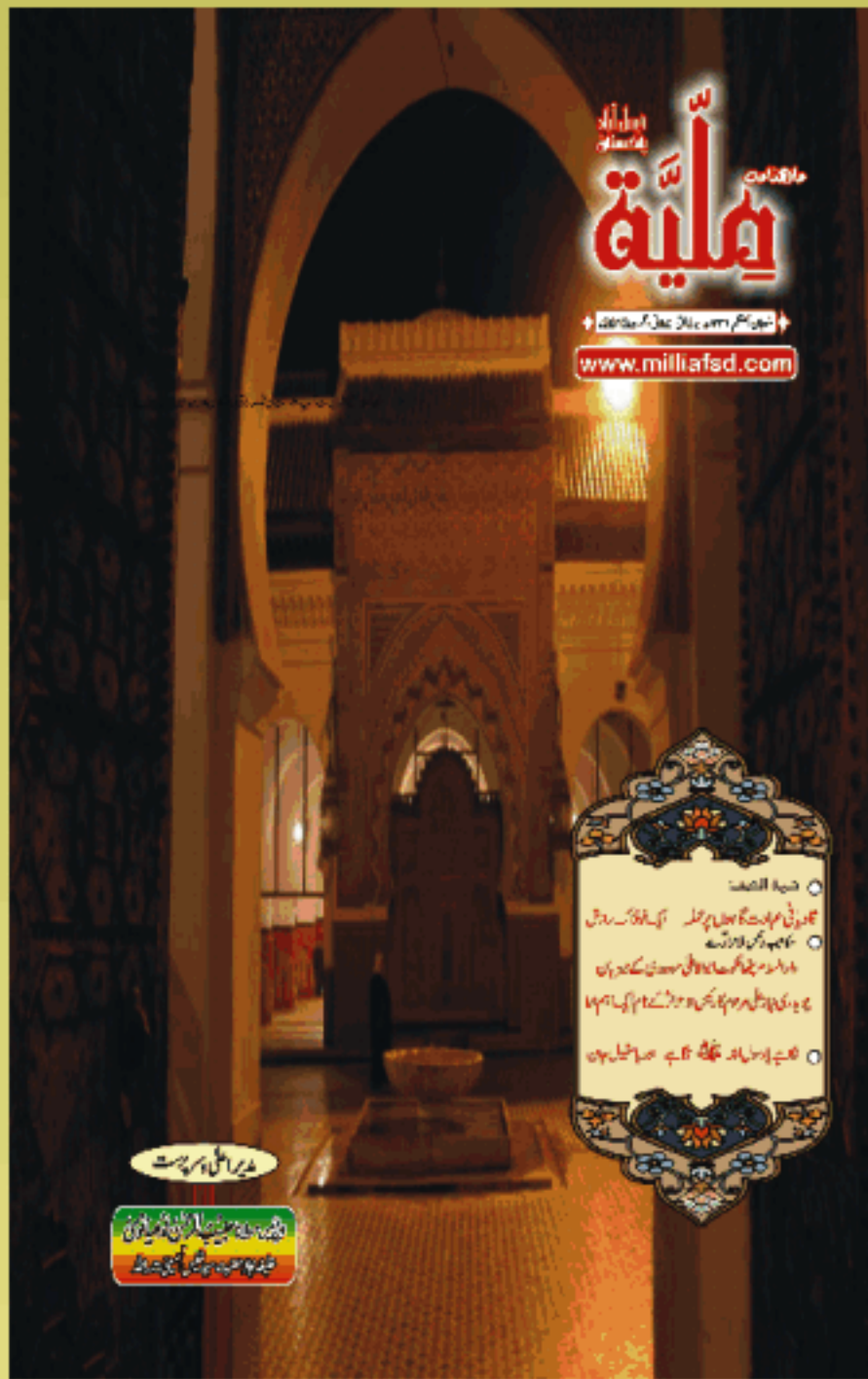
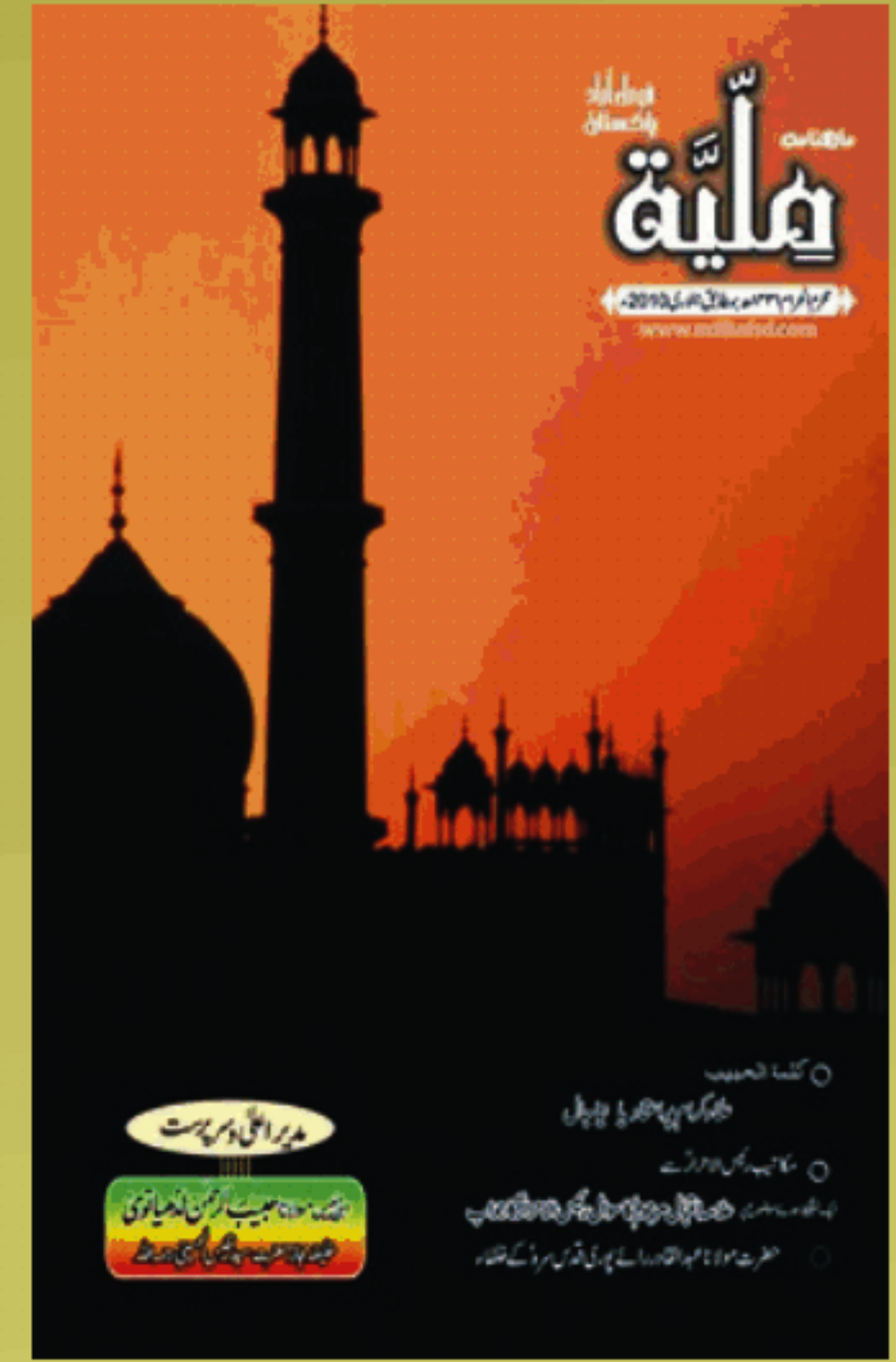
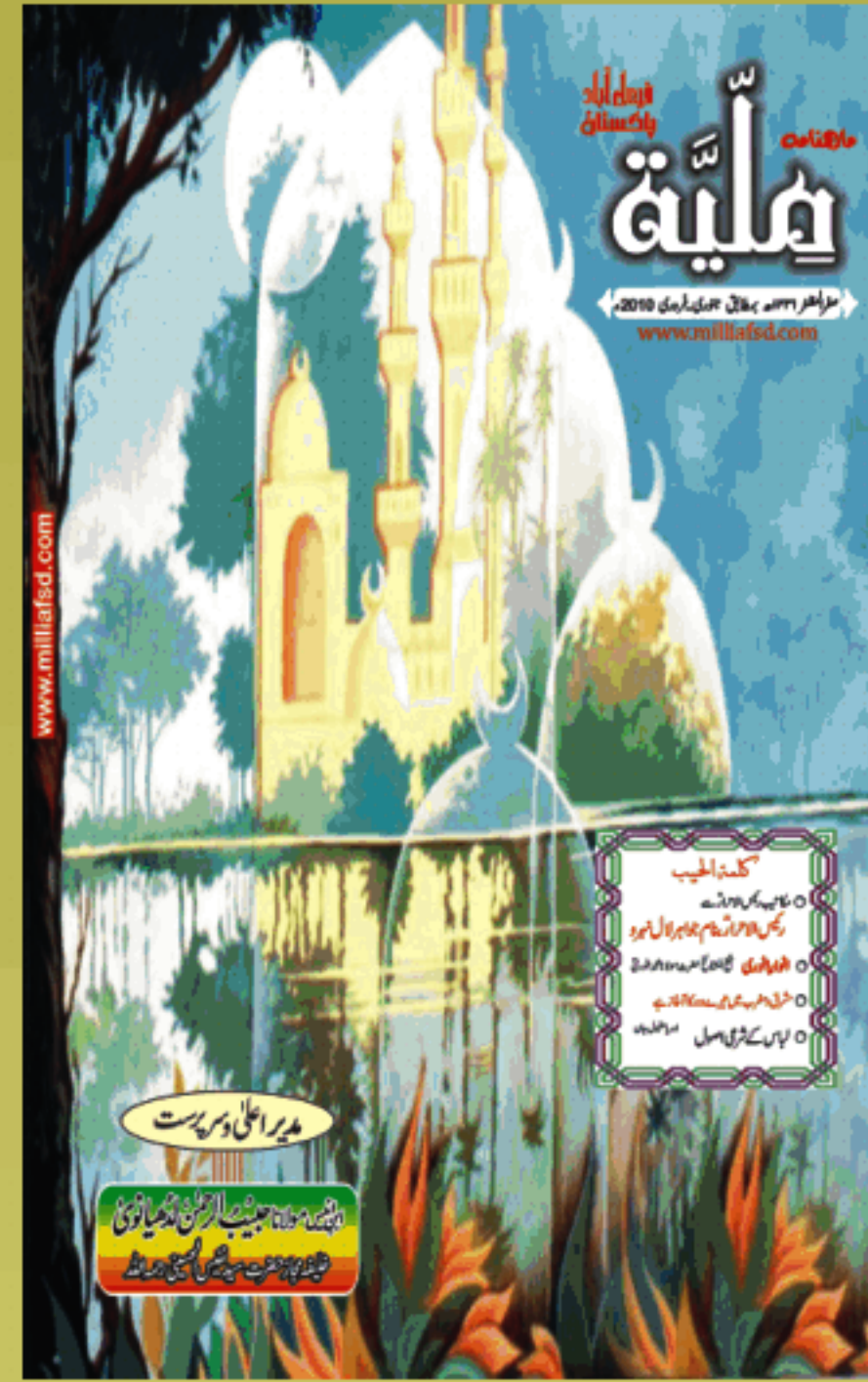
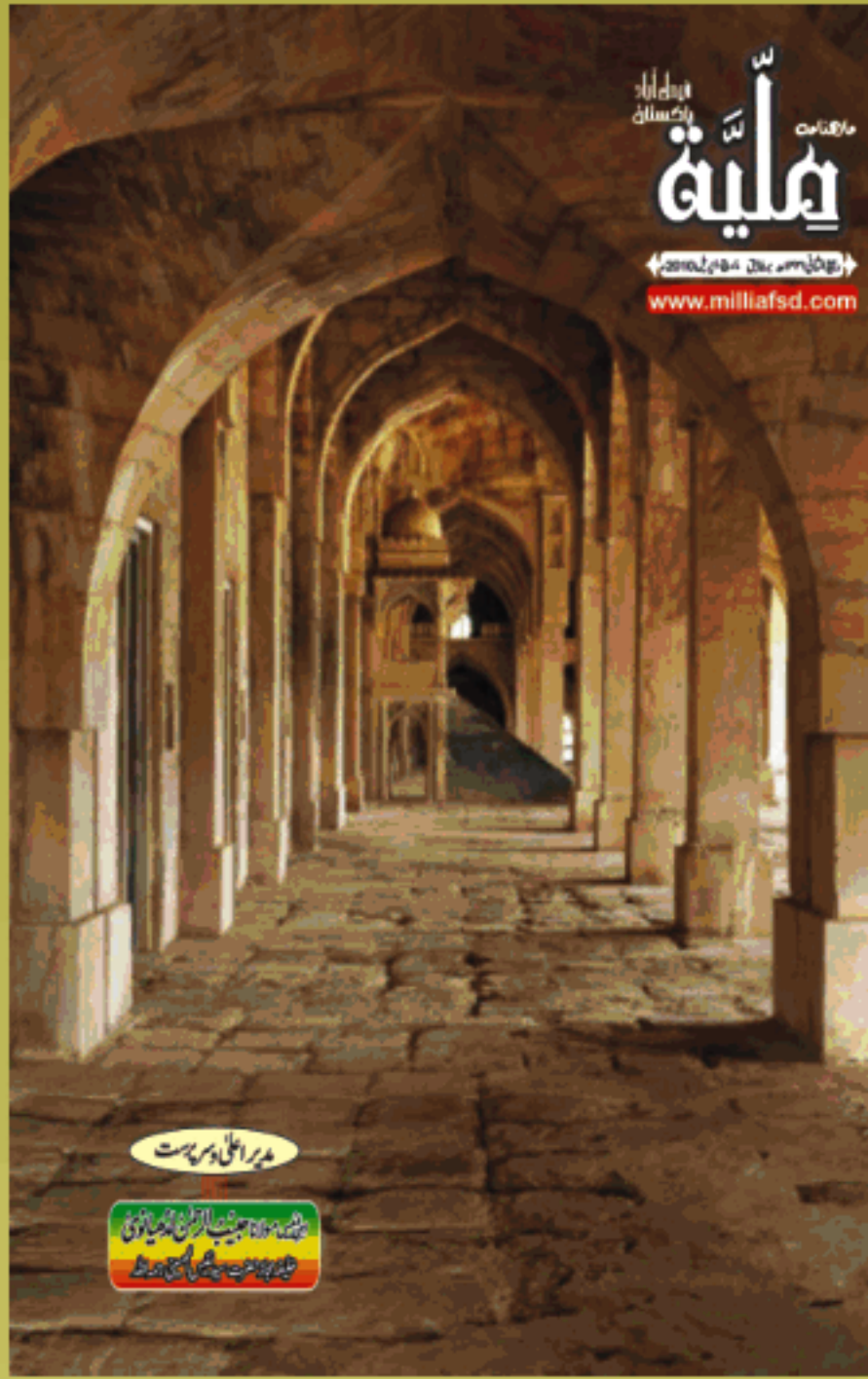
**Millia**  
JAMIA MILLIA ISLAMIA

FAISALABAD  
PAKISTAN

Reg:M # FD-16

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569  
E-mail: milliafsd@yahoo.com Fax # 041-8502213

## الحمد للہ! ماہنامہ ملیہ کی جلد نمبر ۶ مکمل ہوئی۔ گزشتہ شماروں پر ایک نظر



[www.milliafsd.com](http://www.milliafsd.com)